



211/ROP

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
نہ مال غنیمت نہ کشور سُٹائی (اقبال)

Acc No.  
36



محمد جمیل الدین صدیقی  
میرٹھ نڈت ہائیگورٹلے پی حیدر آباد  
(دریائے سرگودھا)

ملنے کے پتے صفحہ آخر پر

ہدیہ

4/=

چار روپے

بی بی بازار نورو کو ملا علی گوجہ حیدر آباد

H.No. 23-1-525 منور کالج

رحمن اسلامک پبلیشر

ارادہ

بسم اللہ

بہار

# فہرست مضامین

شمار	عنوانات	صفحہ	شمار	عنوانات	صفحہ
۱	امام حسینؑ عالم مقام اور عظام اقبال	۱	۱۴	امام عالی مقامؑ میدان عمل و کردار میں	۳۰
۲	امام زین العابدینؑ کے کردار و بلند اخلاق کامل	۲	۱۵	امام ذی وقارؑ میدان کربلا	۳۱
۳	استقلالِ بی نظیر ایمان اعلیٰ کی عمارت۔	۳	۱۶	پانی بند	۳۲
۴	غفلت کے وجود	۴	۱۷	شب عاشورہ اور امام عالی مقامؑ	۳۳
۵	امام زین العابدینؑ کی والدہ اور پدر و مادر کی شان و اہلی	۵	۱۸	فلسفہ فقر	۳۴
۶	حضرت حسینؑ عالم مقام اور آپؑ سے نا جلیل القدر	۶	۱۹	امام عالی مقامؑ و مقام خودی	۳۵
۷	واقعہ شہادتِ بظاہر کیا ہے اور بلیغ	۷	۲۰	شب عاشورہ میں تین طرح کی مخلوق اپنے	۳۶
۸	حقائق کشفیہ	۸	۲۱	اپنے شغل میں	۳۷
۹	امام یقین حکم اور ایمان کامل کی بلند تر	۹	۲۲	نوری مخلوق کو شرمانے والی خاکی مخلوق	۳۸
۱۰	چوٹی پر فائز	۱۰	۲۳	ابلیس اپنے مشیمروں سے معروف مشورہ	۳۹
۱۱	حضرت حسینؑ صبر تسلیم و رضا کی انتہا پر۔	۱۱	۲۴	یزید اور اس کے محکوم گویا ابلیس کے	۴۰
۱۲	غلط فہمیوں کے ازالے	۱۲	۲۵	ظاہری کارندے	۴۱
۱۳	لاطوکیۃ فی اسلام کا اسلامی تصور اور	۱۳	۲۶	ابلیس کی مجلس شوریٰ	۴۲
۱۴	امام حسینؑ	۱۴	۲۷	ابلیس کا فرمان اپنے سیاہی خیزندوں کے نام	۴۳
۱۵	فلسفہ آزادی و غلامی حضرت امام حسینؑ	۱۵	۲۸	روز عاشورہ اور شہادتِ غظمی	۴۴
۱۶	اعلیٰ مقام و یزید ادنیٰ مقام	۱۶	۲۹	حرکتِ توبہ	۴۵
۱۷	مجبور حقیقی سے عبدیت کا تعلق ہی	۱۷	۳۰	لب لباب فلسفہ شہادتِ امام حسینؑ اور	۴۶
۱۸	اصلی حریت	۱۸	۳۱	فلسفہ خیر و شر	۴۷
۱۹	یزید پر منجانبِ ابلیس مسلط کردہ غلامی	۱۹	۳۲	ابلیس کی دوسری مجلس شوریٰ بھوشہات	۴۸
۲۰	یزید کا بڑی ہر گز کا سپاہی	۲۰	۳۳	ابلیس کی عرضداشت اللہ کے دربار میں	۴۹
۲۱	امام عالی وقارؑ اور فلسفہ علم عشق و عمل	۲۱	۳۴	در کس عبرت	۵۰
۲۲	اور میدان کربلا	۲۲			

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

فلسفۂ شہادت عظمیٰ

# امام حسینؑ عالی مقام اور علامہ اقبال

علامہ اقبال نے اپنی موتیوں سے ہماری کتاب ”موند بخودی“ میں ”وہ معنی حریت اسلامیہ  
سے حادثہ کربلا“ کے عنوان سے حادثہ کربلا اور امام ذی وقار و ذیشان حضرت امام حسینؑ عالی مقام  
مقامات اعلیٰ یقین محکم کردار مکمل ایمان کا فی کی انتہائی بلندیوں آب کی شہادت کی تاقیامت ۔  
ت محمدی کے لئے اہمیت، غصہ، لہا، ملوکیت، اسلام ”فلسفہ آزادی و غلامی“ فلسفہ علم و عشق، فلسفہ  
بی و شہادت، فلسفہ غیر و شر پر (۳۹) اشعار بکھجے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان میں کاپر شعر ایک  
دیریا بلکہ سمت در اپنے میں سما یا ہوا ہے بعض مصرع تو ایسے ہیں کہ سمندر کے سمندر کو گویا علامہ  
تال سے کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

اذیشان دذی وقار کی کئی منزله کو دار بلند احاطی کامل، استقلال بے نظیر ایمان اعلیٰ  
کی عمارت  
آخر اصل شان و شوکت و عظمت لا جواب کے وجوہ کیا تھے؟

جب ہم کسی انتہائی بلند فلک رسا حسین پائیدار عمارت کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے یاقین  
جڑ ہوئی ہے تو اس کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں لیکن صاحب فہم اور صاحب  
اک حقیقت کا استدعا کر لیتے ہیں۔ ان کی نگاہوں اور توجہ کامرکز اس عظیم الشان عمارت  
یہ ہوجاتا ہے ان کے ذہن میں آتا ہے کہ جب یہ عمارت اس قدر بلند پائیدار اور مضبوط ہے  
اس عمارت کا پائیدار کس قدر عظیم گہرا مضبوط اور ٹھوس ہوگا جو اس قدر بلند و بالا مستحکم عمارت  
ت کو سنبھال رہا ہے۔ علامہ اقبال اس حقیقت کو اس طرح آشکار فرماتے ہیں۔

اے عالم عاشقان پوچھو رسولؐ ؛ سرور آذاد سے ذلتان رسولؐ

اللہ اللہ جانے بسم اللہ پھر ؛ معنی ذرع عظیم آمد پسر

ترجمہ و مطلب :- پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں علامہ اقبال کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے عاشقوں امام عالی مقام حضرت حسینؑ کے مقامات اعلیٰ کے کیا کہنے کہ آپ سیدہ النساء فاطمہ الزہراءؑ کے فرزند ہیں کون ہمیں جانتا کہ پہلا مکتب ماں کا آغوش ہوتا ہے۔ اس قدر بلند مکتب میں امام ذی القدر تربیت کے کس قدر قابل رشک زینے طے کئے ہوں گے۔ یہیں پہلے شعر کے مصرع اول ہی بحث ہے جب تک مصرع اول کا مطلب مکمل نہ ہو جائے مصرع ثانی تک ہم کیسے پہنچیں مگر مباحثہ سہر سہی ہی ہے کہتے کیوں نہ آگے بڑھیں تفصیل سے بعد میں بیان کریں علامہ امام حسینؑ کے اعلیٰ و ترتیب کو ظاہر کرنے کے لئے آپ کو خاتونِ جنت کا فرزند اور رسولِ خداؐ کا واسطہ و بعد بن ہوئے حضرت علیؑ جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور جن کے لئے قرآن میں آیا ہے کہ اسماعیلؑ کو جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خواب کی بناء پر واضح رہے کہ اس کا خواب بمنزلہ وحی ہوتا ہے نزع کرنا چاہا تو اللہ پاک فرماتے ہیں وَفَدَيْنَاكَ بِذِي نَحْيٍ عَظِيمٍ (۱۰۷ : ۳۷) یعنی ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اس پر بحث آگے کی جائے کہ عشقِ کامل کا آغاز جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے ہوا تھا اس عشقِ کامل کا طور پر حضرت امام عالی مقام نے حق ادا فرمایا۔ شعرا دین کے مصرع اولین کہ ”اے اُمّ عاشق! پورے کی تفصیل کو پہلے مکمل کر لیں کہ اس ایک مصرع میں علامہ نے بہت کچھ کہہ دیا ہے پہلے ہم خیر النساءؑ کے مقامات اعلیٰ کو پہنچنے کے لئے آپ کے قدموں تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔ رموزِ بحر میں حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہراءؑ کی تعریف میں علامہ اقبال اس طرح رطب انسان ہونے سعادت و غیرت حاصل کر رہے ہیں۔

## امامِ اذیشان کی والدہ محترمہ اور پدرِ بزرگ کی شانِ اعلیٰ

علامہ اقبال ”رموزِ بخودی“ میں سیدہ النساء فاطمہ الزہراءؑ والدہ ماجدہ امام حسینؑ پر محترم حضرت علیؑ کی شکل کشا شہیدِ خدا کے مقامات اعلیٰ کو اس طرح ظاہر کرنے کی عورت و سعاد حاصل کر رہے ہیں۔

۱۔ مریمؑ ازبک نسبتِ طیبیؑ عترتِ نبویؑ ؛ از سرِ نسبتِ حضرت زہراؑ عترتِ

۲۔ نور چشمِ رحمتہ العالیہؑ ؛ اے امّامِ اولین و آخرین

(۳) آنکھ جان در سپیکر گیتی دمید ؛ روزگار تازہ آئین آفتید

ترجمہ :- علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ حضرت بی بی مریم صرف ایک نسبت رکھنے کی وجہ سے سب کو عزیز ہیں اور وہ ایک نسبت یہ ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ جیسے حلیل القدر پیغمبر کی ماں ہیں جس کی وجہ سے سب کچھ باعث عزت اور فضیلت بن گئی۔ حضرت زہرا سیدہ النساء کا جہاں تک سوال ہے آپ تو تین نسبتوں کے باعث سب کو عزیز اور صاحب فضیلت قابل عزت اور لائق احترام بن گئی ہیں پہلی نسبت تو یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمینؐ کا جو کہ امام اولین و امام آخرین ہیں اور خلیفہ کائنات کا باعث ہیں اور دنیا کا قیام جس متبرک ہستی کی ذات اور آئین سے وابستہ ہے کی دختر نیک اختر یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں کی روشنی و مہندگ ہیں۔ آئیے اب اور دو آپ کی فضیلتیں معلوم کریں

- |   |                             |   |                            |
|---|-----------------------------|---|----------------------------|
| ۱ | بالفہ آن تائید اور پل آئی   | ؛ | مر تظنی مشکل کشا شیر خدا   |
| ۲ | پادشاہ و کلمہ الہی اور      | ؛ | یک حسا و یک ذرہ سامان اور  |
| ۳ | نوری و ہم آئشی فرمانبرش     | ؛ | گم رضان و در رضاے شوہرش    |
| ۴ | بہر محتاج دلش آن گونہ سوخت  | ؛ | بایہودے جا در خود را فروخت |
| ۵ | آن ادب پروردہ صبر و رضا     | ؛ | آسیا گردان و لب قران سدا   |
| ۶ | گریہ پا نے اور باقی بے نیاز | ؛ | گوہر افشا ندے بہ اماں بخار |
| ۷ | اشک اب و حمید جبریل از دین  | ؛ | ہمچو شبنم رخت بر عرش برین  |

ترجمہ و مطلب :- مندرجہ بالا اشعار سے ایک جانب والدہ محترمہ امام حسینؑ کا عالم مقام حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی اس دوسری بزرگی نسبت اور ناقابل قیاس عظمت کا اظہار اس نسبت سے ہو رہا ہے کہ آپ حضرت علیؑ جیسے اللہ کے پسندیدہ مقبول بہادر و لیر بزرگ ہستی کی اہلیہ محترمہ ہیں فی وہ شیر خدا علیؑ مر تظنی صبر و رضا پر پادری کو اپنا ہے مخلوق خدا کی مشکل کشائی و حاجت روائی کے لئے ہی گویا عالم وجود میں آئے تھے باوجود اس کے کہ دنیا آپ کے قدموں میں لوٹنے لگانے کی چیز بن کر رہنے تیار تھی لیکن آپ اس پر قابو پانے ہوئے تقویٰ کی بلندی کی انتہا پر پہنچ کر دنیا اس قدر کنارہ کش ہو چکے تھے کہ اس عظیم بادشاہ کا عمل ایک چوٹی سی جھوٹی تھی اور اس شان بادشاہ کا خزانہ بیش بہا صرف ایک تلوار اور ایک ذرہ تھی۔

علامہ اقبال نے سورہ قل ہو اللہ احد (سورہ اخلاص) کی تفسیر جو رموز بخودی میں

کھی ہے اس میں آیت اللہ انصاریؒ کی تفسیر کے دوسرے بند میں حضرت علیؑ شیر خدا کی شجرا کا اس طرح ذکر کیا ہے اس کا اظہار بھی یہاں بے محل نہ ہوگا فرماتے ہیں۔

چوں علیؑ دوسرا بنان شعیبؑ ؛ مگر دینا مہربان خیر بنجید

حضرت علیؑ جن کی غذا جو کی سوکھی روٹی تھی کس طرح جنگ خیر میں مہربان جیسے پہاڑ نما پہلوان مقابلہ فرمایا اور اس کی گردن اڑادی اس قوت کا راز علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ آپ کا "اللہ" کی شان بے نیازی میں گم ہو جانا تھا اس لئے اللہ کی ذات سے راست قوت آپ کو حاصل آ — چلتے ہیں پھر اپنے متن کی طرف کہ حضرت علیؑ بلاشبہ بادشاہ دین و دنیا تھے مگر فقر و دہانہ لایا تھا۔ حضرت خاتون جنت سیدۃ النساءؑ کی عظمت کے کیا کہنے کہ باوجود پوری کائنات مطیع و فرمانبردار تھی اس قدر مقتدر اعلیٰ ہوئے پر بھی آپ اپنے شوہر کی رضا میں گم ہوئے اپنے اس شوہر کے ہم خیال تھیں جس نے دنیا کی تمام آسائشوں کو غم کو مار کر فقر و فاقہ کو صرف اور رضا الہی کیلئے شہیدہ حیات بنالیا تھا آپ بھی اس معاملہ میں بخوشی شوہر کے ہم خیال بن کر ہم اللہ اکبر! جو دو منہ انسانی ہمدردی غریبوں مصیبت زدہ انسانوں کے لئے دل میں تڑپا حال تھا کہ جب ایک مصیبت زدہ انسان آپ سے طلب امداد ہوا تو آپ سے اس کی مر دیکھی نہ گئی اللہ کے بندے کے سوال کو رد کرتا۔ آپ نے پسند نہ فرمایا آپ نے اپنی چادر پہودی کے ہاتھ فروخت فرما کے اس مصیبت زدہ کی تکلیف دور فرما کے خوشنودی بیلایا تا حاصل فرمائی۔ سبحان اللہ! صبر و رضا کے آغوش میں پرورش پائی ہوئی اس عظیم امام ہستی جو جنت کی تمام عورتوں کی مخدومہ و سردار ہیں کا حال یہ ہے کہ چکی پیستے پیستے کے مبارک نورانی تھیلیوں میں گٹھے بٹگئے ہیں ہاتھ چکی پیسنے میں منہمک ہیں تو مبارک نہ آن خوانی میں مصروف — چمٹے شعر میں علامہ اقبال اماموں کے امام حضرت حسینؑ عالی مرتبہ اولاد محترمہ کی عبادت کا انداز بیان کر رہے ہیں کہ جب آپ بغرض نماز اللہ بے نیاز کے د میں کھڑی ہو کر مصروف نماز ہو جاتی ہیں تو دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر و بے نیاز ہو جاتی حضور ربی قلب رقت قلب کا یہ حال ہوتا ہے کہ عشق الہی میں آنسوؤں کی بارش سے جائے فیضیاب ہونے لگتی ہے یہ حال دیکھ کر حضرت جبرئیل امینؑ ان تمام آنسوؤں کو جو گوہر آبدار زیادہ چمکدار اور اصلی موتی سے زیادہ قیمتی و بیش بہا ہیں بصد ادب نہایت ہی احتیاط رکھتا ہے اور غرضابریں پر پہنچ کر اللہ پاک کے دربار عالی میں یہ کہتے ہوئے پیش فرماتے ہیں کہ

”اے رب جلیل! یہ تیرے محبوب پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیٹی کے وہ انجیل گوہر بیش بہا ہیں جو تیرے عشق کی انتہا میں سمجھے بطور زندانہ پیش کئے گئے ہیں پھر بقول علامہ اقبال کے شان کر رہی ہے ان عشق کے آنسوؤں کو موتی سے زاید بیش بہا سمجھ کر کس قدر انداز رحمت سے قبول فرمائے ہوں گے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے کہ سیدۃ النساءؑ کو تین نسبتوں نے سب کا عزیمت بنا دیا اور فضیلت دی ہے دو وجود تو بیان کئے جا چکے کہ پہلی فضیلت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہونے سے آپ کو حاصل ہوئی دوسری فضیلت آپ کو حضرت علیؑ شیعہ خدا جیسی بقدر المرتبت مستحق کی زوجہ محترمہ ہونے سے حاصل ہوئی اس سلسلہ میں خود سیدۃ النساء کا ذاتی کردار و مقام بلند بھی ظاہر کیا گیا۔ مگر حکمت حد تک چونکہ حقیقی مقام کو احاطہ کرنا قلم و زبان کے بس کا نہیں اب آپ کو تیسری فضیلت کا کیا سبب ہے۔ اس کو علامہ اقبال اس طرح عرض کرنے کی سعادت و عزت حاصل کرتے ہیں۔

- ۱۔ مادرِ آں مرکز پر کارِ عشق ؛ مادرِ آں کار و دل سالارِ عشق
- ۲۔ آں یکے شمع شبستانِ حرم ؛ حافظِ جمعیتِ خیمِ الامم
- ۳۔ تالشند آتشِ سپکار و کیں ؛ بہتِ بازو بر سر تاج و تکیں
- ۴۔ دان و گر مولائے ابرارِ جہاں ؛ قوتِ بازوئے احرارِ جہاں
- ۵۔ در نواسے زندگی سوزِ از حسینؑ ؛ اہل حق حریت آموزِ از حسینؑ
- ۶۔ سیرتِ فرزند با از انتہات ؛ جوہرِ صدق و صفا از انتہات
- ۷۔ مزرعِ تسلیم و حاصلِ بقولؑ ؛ مادرانِ را اسوۂ کاملِ بقولؑ

ترجمہ و مطلب :- علامہ اقبال اس بہت ہی اہم نقاط پر فلسفہ فرزند و مادر پر مندرجہ بالا اشعار میں لب کشائی کر رہے ہیں اشعار (آٹھ) میں تیسری وجہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی عظمت و بزرگی کی یہ بتا رہے ہیں کہ آپؑ کو بہت بڑی ایسی بیسیوں یعنی امام حسینؑ اور امام حسینؑ کی ماں ہیں جس کی بنا پر بھی آپ کی فضیلت بزرگی اور عظمت کا حینار بے انتہا بلند ہو گیا ہے۔ امام حسینؑ اور امام حسینؑ دونوں کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں یہ دونوں پر کارِ عشق کے مرکز ہیں اور عشق کے کاروں کے رہبر رہنا سالار ہیں اس وقت ہم عشق کی بحث میں نہیں جاؤں گے چونکہ ہمیں فلسفہ شہادت امام حسینؑ میں علم و عشق اور عمل پر تفصیلی بحث کرنی ہے۔ تو ہاں علامہ اقبال حضرت فاطمہؑ کے ہر دو فرزندوں کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ ایک فرزند اکبر یعنی امام حسینؑ تو شہستانِ حرم کی شمع ہیں اور اپنے نانا محترم کی امت مسلمہ کی حفاظت فرمانے والے ہیں آپ نے اس مقصد



اعلیٰ و عظیم کی خاطر کہ آپ کے پیار سے نانا کی امت مسلمہ جنگ کی آگ میں کود نہ جائے آپ نے تاج کو ٹھوکر مار دی بلکہ اپنے نانا کی امت کو آتش پیکار سے بچا کر ایک ناقابلِ فراموش عظیم انجام دیا تو دوسرے فرزند یعنی امام حسینؑ جو نیکو کاموں پر پورے کاروں اور اولیاء اللہ کے مو سوار ہیں اور حریت پسندوں کے قوت بازو ہیں زندگی کی حقیقت اور زندگی کے سوز و غم ہی سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے تمام اہل حق کو حریت کا سبق سیکھنا ہوتا ہے وہ سبق ہی سے سیکھتے ہیں اسی سے وہ بلند المرتبت فرزندان کی ماں ہونا حضرت خاتونِ جنت کے لئے نسبتِ نفیلت ہے مگر اسکے ساتھ ہی علامہ اقبالؒ چھٹے اور ساتویں اشعار میں بہت بڑا حقیقت کو آشکارا فرما رہے ہیں کہ فرزندان کی سیرت و کردار کو بنانے کا کام ماؤں کا جو جو ہر صداقت سچائی فرزندان میں پیدا ہوتی ہے وہ عرفِ ماؤں کی تربیت کا نتیجہ ہے جہاں ماں اپنے بچوں کے مقامات بلند پر پہنچ جانے کی وجہ سے فضیلت پاتی ہے کی اصل وجہ فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے فرزندان کی تربیت کی اور ان کو اس قدر اعلیٰ پر پہنچایا اپنی وجہ ہے کہ وہ فضیلت کی مستحق ہوئیں۔ علامہ اقبال تمام ماؤں سے کہتے تربیتِ اولاد کے معاملے میں وہ حضرت بتوں کی پیروی کریں تاکہ قوم کا عروج ممکن ہو علامہ اقبال والدہ محترمہ امام حسینؑ کے مقامات اعلیٰ بیان کرنے سے اپنے آپ کو جہاں کر کہتے ہیں۔

رشتہٴ اُمّیں حق زنجیرِ ریاست ؛ پاسِ فرماں جنابِ مصطفیٰؐ است

وانہ گردِ تربتش بر دیدہ ہے ؛ سجدہٴ ہابرِ خاک او پاشیدہ ہے

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ امام حسینؑ اعلیٰ مقام کی والدہ محترمہ فاطمہ الزہراءؑ کے مقامات ا بلند ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا شریعت کی زنجیر میرے پاؤں میں ہے اور فرماں جناب ہے کہ احتراماً بھی نہ قبر کو سجدہ کیا جاسکتا ہے اور نہ طواف۔ اگر شریعت اجازت دیتو حضرت فاطمہؑ کی تربت کا طواف کرتا اور ان کے پاؤں سے لبّیت کہ جیٹو دیتا اور بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدوں کا نذرانہ پیش کرتا۔

بقولِ حفیظ جالبہ ہری اللہ اکبر: واقعی کہ جہاں جہاں امام حسینؑ

جنابِ فاطمہؑ پہنچا جاتا ہے وہاں جہاں جہاں

محبت ہو تو کبھی بھی ہر وقت جہاں جہاں ہر جہاں

# حضرت حسینؑ امام عالی مقام اور آپ کے نانا جلیل القدر صلی اللہ علیہ وسلم

ہر دو شہزادوں امام حسنؑ و امام حسینؑ کے مقامات کی بلندی کی انتہا کیا ہوگی جو خاندان نبوت کے چشم چراغ ہوں زمانہ شیر خواری سے پیشتر کا ہی نہیں آخر الزماں کے سینہ نبوت پر لوٹ رہے ہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مرکز ہوں۔ ان صاحب نصیب فرزندان کے معصوم ہونٹوں کو وہ مبارک و متبرک ہونٹ بوسہ دے رہے اور رچھوم رہے ہیں جو شب و روز میں راست ذات باری سے شرف تکلم حاصل فرما کے کائنات کے لئے لائق رشک بن گئے ان ہر دو شہزادوں کے لئے اعزازات کی کمی ہی کیا ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے ستر عارفانہ کیلئے لکھا ہے :

پہر آن شہزادہ خنجر اللہ ؛ دوش ختم المرسلین نعم الجمیل

ترجمہ و مطلب :- بہترین اہل بیت اور ملت کے دونوں شہزادوں حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ کے مقامات اعلیٰ کا کوئی ٹھکانہ بھی ہے کہ ختم المرسلینؑ کے کندھے مبارک ہیں اور آپ دونوں سوار ہیں۔ ایک صحابی حضرت یحییٰ بن مرہؒ نے یہ عالم دیکھا تو اس منظر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے اختیار چیخ اٹھے کہ اے صاحبزادو! تم دونوں کی خوش نصیبی اور خوش بختی کی انتہا بھی ہے کہ کسی کے دوش مبارک پر سوار ہو یہ سن کر آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”نِعْمَ الْجَمَلُ بِمَلِكَمَا وَنِعْمَ الْعَدْلَانِ اَمْتَمَا“

عدنان ان دو سواروں کو کہتے ہیں جو کجاوے میں آٹنے سامنے بیٹھی ہیں تاکہ وزن برابر رہے تو ہاں حضور اور صلعم نے فرمایا (اے میرے عزیز بچو!) تمہارا دونوں کا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔

ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ جو چیز نور کے قریب رہتی ہے وہ نور سے منور ہو جاتی ہے اور جو چیز عطر کے قریب رہتی ہے وہ معطر ہو جاتی ہے جب نور اولین رسالت کے نور کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قربت یہ صحبت نے آپ دونوں شہزادوں کو کس قدر فیضیاب کیا ہوگا۔ پھر

وخر رسول صلعم حفرة بتول رضی کی تربیت شیر خدا حضرت علی رضی کی تربیت پر نگرانی نے امام ذرا کو کس قدر مقامات بلند پر پہنچا دیا ہوگا اس لئے واقعہ کر بلا میں علامہ اقبال امام عالی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

در میان اُمتِ آلِ کیوں جناب ؛ ہرچیز حرفِ قلمِ ہوا اللہ در کتاب

ترجمہ :- امام ذیشان حضرت حسینؑ کا امت محمدیؐ میں وہی مقام و مرتبہ ہے جیسا کہ قلمِ ہوا (سورہ اخلاص) کا مقام قرآن مجید میں ہے۔

## واقعہ شہادتِ امام حسینؑ بظاہر کیا ہے؟ بلحاظ حقائق ہے کتنا محقق!

امام عالی مقام کے والدین کے مقامات اعلیٰ جمیع قابلِ قیاس بظاہر کئے گئے اور تربیت اعلیٰ نے آپ کو کس قدر بلند مقامات پر فائز فرمایا بیان کیا گیا پھر امام ذیشان نانائے جلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے بے پناہ محبت عنایتوں اور سرفرازیوں واقعات عرض کئے گئے۔ آئیے ہم پھر علامہ اقبال کے لکھے "حریت اسلامیہ و سرکارِ جاہ" کی جانب رجوع ہوتے ہیں۔

- (۱) جوں خلافتِ رشتہ از قرآن گیسخت ؛ حریتِ رازِ ہر اندر کامِ رنجت
  - (۲) فاست آن سرِ جلوهٔ خیر الامم رض ؛ جوں صاحبِ قبیلہ بارانِ در قدم
  - (۳) بر زمینِ کر بلا بارید در رفت ؛ لالہ درویشانہ با کارید در رفت
  - (۴) تا قیامت قطع استبداد کرد ؛ مویخِ خونِ او چمنِ ایجا د کرد
  - (۵) ہر حق در خاک و خون غلطیدہ است ؛ پس نیکوئے لالہ گر دیدہ است
  - (۶) بد عائشِ سلطنت جو دے اگر ؛ خود نکو دے با چنیں سامانِ صغر
  - (۷) دشمنانِ جوں ریگ صحرا لاعد ؛ دوستانِ او بہ نیردان ہم عد
- علامہ اقبال کہہ رہے ہیں کہ جب خلافت سے قرآن سے رشتہ منقطع کر لیا تو حریت نے دم توڑ دیا تو خیر الامم حضرت امام حسینؑ مصر زمین کر بلا تشریف لے گئے اور تاقیا

ظلم کا خاتمہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حق کے لئے خاک و خون میں کس طرح نہایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ایک طریقہ ہو سکتا ہے ظلم کو رسوا کر کے اس کے ہاتھ ظلم سے روکنے کا اہم ذی وقار کام مقصد اگر حصول سلطنت و حکومت ہو تا تو آپ اس بے سرو سامانی کی حالت میں سفر نہ فرماتے۔

مندرجہ بالا اشعار کو مزید سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ کے اوراق اٹھنے پھرنے کے ذریعہ میں یزید اپنے باپ کے انتقال کے بعد حکومت پر خلافت احکام اپنی قابض ہو گیا۔ اور حاکم مدینہ ولید کے نام احکام روانہ کئے کہ امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں سے بیعت لی جائے۔ امام حسینؑ علی مقام کے سامنے اسلام کی بقا کا مسئلہ تھا آپ کا ایک بھی غلط قدم آپ کے نانا کی امت کے لئے تاقیامت ایک غلط نظریں کر رہ جاتا آپ نے بیعت یزید قبول نہ فرمائی اور میدان کربلا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ۱۰ محرم ۶۰ ہجری کو تین روز کی سخت بھوک پیاس کی حالت میں شہید ہو گئے دیکھنے کو تو واقعہ کتنا مختصر نظر آتا ہے لیکن کس قدر عمیق فلسفہ اس میں امت محمدیؐ کیلئے نہیں ہیں۔ امام علیؑ مقام نے اپنے نانا کی امت پر اس قدر احسان عظیم فرمایا کہ حسب ذیل اہم ترین ایمان کے شخصوں کی جانب امت مسلمہ کی رہبری فرمائی اور شہادت عظمیٰ کا فلسفہ سمجھایا۔

۱۔ فلسفہ یقین محکم و ایمان کامل و امامت امام حسینؑ

۲۔ امام حسینؑ اور تسلیم و رضا، صبر اور چند غلط فہمیوں کے ازالے

۳۔ لاملوکییت فی اسلام کا اسلامی تصور اور دائے قرآن اور امام حسینؑ علی مقام

۴۔ فلسفہ آزادی و غلامی اور حضرت حسینؑ امام علیؑ مقام و یزید ادنیٰ مقام

۵۔ فلسفہ علم عشق و عمل اور میدان کربلا

۶۔ فلسفہ خودی و غیر اور امام حسینؑ

۷۔ فلسفہ خیر و شر

آئیے اب ہم مندرجہ بالا اہم موضوعات میں سے ہر موضوع پر امام ذیشان سے پہلی حاصل کریں

امام ذی وقار یقین محکم اور ایمان کامل کی بلند ترین چوٹی پر فائز

علامہ اقبالؒ حاشہ کربلا میں لکھتے ہیں۔

(۱) ہرگز میل باہوا موجود نیست  
گر فرش از بندہ پر معبود است

۲۔ غم اور محزون کو ہمدردان استوار : باند اذوتند کسرو کامگار

منذر جہ بالا اشعار میں علامہ نے دواہم تھا طبعان کئے ہیں۔

(۱) بعد ہر وہ مرد حق جس نے اللہ پاک سے عہدیت کا عہد پیمان باندھا۔ ہر وہ بندہ خدا جس نے ہوا موجود سے اس کی ربوبیت اور اپنی عہدیت کا عہد کیا تو ایسے مرد کی گردن پھر کسی کے آگے غم ہو ہی نہیں سکتی۔ جب ایک عام عوامی جب اللہ سے پیسا کرنے کے بعد کسی کے آگے اپنا سر خم نہیں کر سکتا تو امام عالی مقام جن کا یقین محکم جیسا کہ دوسرے شعر میں کہہ رہے ہیں۔ پہاڑوں کی طرح استوار اور غیر متزلزل تھا آپ کا سر کسٹ یزید خاسق کے آگے ختم ہو سکتا تھا؟ یقین کے اعتبار سے مقامات اعلیٰ از روئے قرار

چار ہیں (۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین  
امام حسینؑ ذیشانؑ تو صالحین کے مولا اور سردار تھے شہادت عظمیٰ کی مد

جلیلہ تو آپ کے زیر قدم تھی ہی صدق و صداقت تو خاندان نبوت کا زیور ہی ہوتا ہے  
اب رہ گیا مقام انبیاء جو انبیؑ آقا و المرماں کے سینے پر روشن تھے اس کے یقین کامل کا کیا ہوگا۔

یقین کامل یقین محکم ہی ایمان کامل کے روپ میں ماہ تابان کی مثال اپنے جہاد  
حضرت ابراہیم خلیلؑ سے حضرت حسینؑ عالی مقام کو بطور ورثہ ملا تھا۔ علامہ اقبالؒ کہتے  
یقین کی روشنی اور ضیاء ہی انسان کے ظلمت و کردار کی سیاہی کو دور کر کے کردار  
روشن بنادیتے۔

روشن اس صو سے اگر ظلمت کرے تو ہو نور خود مسلمان ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام  
جب اس بارے میں سر مو شبہ نہ رہا کہ امام ذیشانؑ یقین محکم کی پوری منزل میں بڑے فرا  
تھے اور ایمان کامل کی آخری منزل پر یہ ابراہیم خلیلؑ اور اسمعیلؑ علیہ السلام  
پورا فائز ہو چکا تھا۔ تو بلاشبہ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

۱۔ او کلیمؑ و او مسیحؑ و او خلیلؑ : اور محمدؐ او کاتب او جبرئیلؑ

۲۔ مسلمان بندہ مولا صفات ست : دل اور سر سے از معبود فراموش

۳۔ جمالش جز یہ نور حق نہ بینی : کہ اصلش در خیمہ کائنات ست

ترجمہ و مطلب :- امام عالیجاہ حضرت حسینؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ و حضرت محمدؐ  
علیہم السلام کی طرح ہو گئے تھے۔ امام ذیشانؑ حضرت حسینؑ سے باقران بن چکے تھے جبر

لوگو! آپ میں سماجے تھے۔

(۲)۔ مسلمان بندہ خدا صفات میں صفاتِ اعلیٰ کا حامل ہوتا ہے۔ اور اس کا قلب اللہ کے رازوں میں کا ایک راز ہوتا ہے۔

(۳)۔ اس کا جمال اللہ کے جمال اور نور کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی بنیاد کائنات کے پردے کے اندر مضمر ہے۔ پس امام حسینؑ کے بلحاظ یقین مقاماتِ اعلیٰ کس قدر بلند تھے سب پر عیاں و ظاہر ہیں۔ ایسا امام برحق جس کے یقین کا یہ حال تھا کہ یقین مثل خلیل آتش نشینی ؛ یقین اللہ مستی خود گزرنی !

وہ امام برحق رہبر زمانہ رہنمائے دنیا و دین جس کو تاقیامت امت محمدیؑ کی امامت و رہبری کے لئے اللہ پاک نے پیدا فرمایا تھا کس طرح نرید اور اس کے لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کر سکتا تھا جن کا بقول علامہ اقبال یہ حال تھا کہ

سینہ ہا از گرمی قرآن تہی ؛ در جنس مردان چہ امید ہی  
جن کے سینے قرآن کی گرمی سے خالی ہو گئے ہوں ان سے اچھا کی امید ہی کیا کی جاسکتی ہے امامت کے تعلق سے علامہ اقبال کہتے ہیں۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ ؛ حق تجھے میری طرح صاحب امر ار کرے  
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق ؛ جو تجھے حاضر و موجود سے بنیاد کرے  
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دے ؛ زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے  
دے کے اچھائی زبان تیرا ہو گمادے ؛ فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

اور نرید کی خلافت اور امامت کے بارے میں جو اس نے دعویٰ کیا تھا علامہ فرماتے ہیں  
فتنہ بگڑ بیٹھا ہے آٹا کیسی ؛ جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

امام حسینؑ کے یقین محکم اور ایمان کامل سے تو ہم نے قدرے واقفیت حاصل کی جس کی تعلیم آپ امت محمدیؑ کو دے گئے اب آئیے تسلیم و رضا پر۔

حضرت حسینؑ صبر تسلیم و رضا کی استہاد پر چند غلط فہمیوں کے ازالے

وہ امام حسینؑ جنکی تربیت و پرورش تسلیم و رضا کے آغوش میں ہوئی ماں سید النساء جن کے بارے میں علامہ کہتے ہیں۔

اں ادب پروردہ صبر و رضا ؛ آیا گرداں و لب قرآن سدا  
 ایسی صبر و وفا کی ماں نے امام حسینؑ کو اپنی طرح تسلیم و رضا کا پیکر بنا دیا تھا قدرت کے امتحان بھی کتنے  
 عجیب ہوتے ہیں کہ امامؑ اعلیٰ مقام جیسے جوہر ذاتی رکھنے والے کو قدرت بظاہر ذلیل و خوار کرتی نظر آتی ہے  
 اور ینزد جیسے نااہل کو کچھ دیر کے لئے قوت و جرات عطا فرما کے آزماتی ہے جیسا کہ حضرت اقبال  
 کہتے ہیں۔

نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جرات ؛ ہے خوار زمانے میں کبھی جوہر ذاتی  
 شاید کوئی منطق ہو نہاں اسکے عمل میں ؛ تقدیر نہیں تاب منطق نظر آتی !  
 ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سبکو ؛ تاریخ اٹم جسکو نہیں ہم سے چمپائی !  
 ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اسکی ؛ برآں صفت تیغ دہیکر نظر اسکی !  
 جیسا کہ ادب پر بیان کیا گیا قدرت کے امتحانات لینے کے سلسلہ میں یہ فطرت کے تعلق سے ہوتے ہیں۔ الا  
 امتحانات کی کشمکش میں گہرا اگر نیک عمل سے غافل اللہ کے نیک بندے نہیں ہوتے بلکہ مسکراتے ہوتے  
 امام حسینؑ کی طرح مستقل ہزاجی کے ساتھ یوں بقول اقبال نعرہ لگاتے ہیں۔

فطرت کے تعاوض پہ نہ کر راہ عمل بند ؛ مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا !  
 خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی ہیں ؛ ذرا کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغناء  
 وہی ہے صدا امر و جس نے اپنی ہمت سے ؛ زمانہ کے سمندر سے نکالا گو ہر فرد  
 رہے ہیں اور میں فرعونؑ میں گھاسی اٹک ؛ مگر کیا غم کہ میری تبتی میں ہے یہ دنیا  
 وہ جو گاری خض و شاک سے کھڑا دجئے ؛ جسے جوتے کیا پوئستیاں کے واسطے پیدا !

یہ عجیب تماشا ہے کہ دنیا کی نظریں ہمیشہ دھوکے میں رہتی ہیں وہ ظاہری بقا جو دراصل بدترین ف  
 سے دو چار کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے تو اس کو بقا سمجھتی ہے جیسا کہ کچھ دیر کے لئے ی  
 ینزد فاسق کو دیکھیں اور وہ فنا جو اللہ کے راہ میں امام حسینؑ نے حاصل فرمائی اس کو دنیا ہڈی  
 میں فنا سمجھتی ہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بھول ہے ایسا سمجھنے والا وہ کی جب کہ اللہ پاک !  
 (میں فرماتے ہیں۔

(۱) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ مت کہو ایسے لوگ تو حقیقتاً  
 زندہ ہیں۔ مگر تمہیں شعور نہیں (البقرہ ۱۵)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ نہ خیالی کرنا بلکہ وہ اپنے رب

- ۱۶۹ زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاوہیں اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا (سورہ آل عمران آیت ۳)
- (۳) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خریدے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں (التوبہ ۱۱)
- (۴) جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور یقیناً اللہ مٹو کاروں کے ساتھ ہے (سورہ العنکوف ۲۹)

بقول علامہ اقبال کے حضرت امام ذی وقار کا یہ حال تھا کہ

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن ؛ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

- (۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مردوں اور توں پران کی اولاد اور ماں باپ پر بلائیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ سے جلتے ہیں ان کی کوئی خطا باقی نہیں رہ جاتی (ترمذی)۔

- (۲) حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑا اجر سب سے بڑی آزمائش پر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو نیش میں ڈالتا ہے۔ بس جو راضی بہ رضا ہے اس سے اللہ خوش ہوتا ہے اور جو آزمائش اللہ سے ناراض ہو جائے تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے (ترمذی)

- (۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر۔ جنت کے خزانوں میں سے خزانہ ہے (بخاری)

- (۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا (طبرانی)

- (۵) حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
- مالی کا لڑنا ہے۔ اے ابن آدم اگر تو نے کسی مدمہ کے پہنچنے کے وقت ابتداء ہی میں صبر برپا رکھا اور ثواب کی نسبت کو تو میں راضی نہیں ہوں گا تجھے جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب ہے۔ "ابن ماجہ"

نام کے درجہ کی شہادت میں امام عالیجاہ تسلیم و رضا کی کس قدر ثریا سے ہم کلام چوٹی پر فائز تھے یہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے اس لئے علامہ اقبال کہتے ہیں۔



رمز قرآن از حسینؑ نمونہ تقسیم ؛ ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم  
ترجمہ ۲۔ امام حسینؑ سے قرآن کے رمز ہم سیکھتے ہیں آپ کے ایمان کے شعلہ سے ہم گرمی و حرارت  
ایمان حاصل کرتے ہیں۔

## لامیلوکیۃ فی اسلام کا اسلامی تصور ازوائے قرآن اور

### امام حسینؑ کی مقام

اس کے قبل علامہ کے حادثہ کربلا کے جو اشعار لکھے جا چکے ہیں ان میں یہ شعر کہ  
جوں خلافت رشتہ از قرآن گینخت ؛ حریت را ز ہر اندر کام زینخت  
ازوائے قرآن کا لینا۔ بکے بادشاہ مالک اللہ پاک ہیں اور انسان صرف زمین پر اس کا نائب  
جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں۔

”جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین پر اپنا نائب (آدم)  
بنا نے والا ہوں بلوے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد۔۔  
پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا۔ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری  
پاکی بیان کرتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے“ (سورہ البقرہ ۲)  
آخر اللہ پاک نے آدمؑ کے چلے ممنوعہ کھانے کے بعد جنت سے زمین پر ایک مدت معینہ تک  
روانہ فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے قرآن پاک میں۔

”اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور  
توہیں ایک وقت تک زمین میں ٹہرا اور پرتا ہے“ (البقرہ ۲)  
پھر توبہ آدمؑ کی قبول ہوئی خلافت کی امانت کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے۔  
”ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا ان سب  
نے اٹھا لیئے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھا لیا۔“

مندرجہ بالا آیات قرآن سے صاف ہی ہر ہے کہ اللہ پاک نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب بنا کر  
روانہ فرمایا دنیا کا بادشاہ بنا کر نہیں۔ اس زمین کا بادشاہ حقیقی تو اللہ ہی ہے اگر کوئی بادشاہ  
اور زمین کا مالک بننے کا دعویٰ کرے وہ بتاں آذری سے ہے جیسا کہ علامہ فرماتے ہیں۔

سرورِ مذہب باقِ ایں ذاتِ بے ہمتا کو ہے ؛ حکمران ہے ایک دہی باقی تباہ آذری  
 یہ اللہ پاک نے انسان کو صرف بہ حیثیت اپنا نائب بنا کر زمین پر بھیجا تو گویا وہ اللہ کا وائسرائے ہو  
 ، ظاہری طور پر سمجھنے کے لئے یعنی مثال کے طور پر یوں سمجھنا جاسکتا ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان  
 کی ملکیت سمجھ کر حکومت کی تو منجانب شاہ انگلستان ایک وائسرائے لگوا یا شاہ کا نائب بن ہندوستان  
 نہ کیا جاتا تھا وہ ہندوستان پر ضرور حکومت کرتا لیکن صرف شاہ انگلستان یا برطانیہ کا نائب بن کر نہ  
 اب سے شاہ کے دیئے ہوئے اختیارات شاہ کے بنائے ہوئے قانون اور دستور کے تحت  
 کے دستور و منشاء کو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے دستور کو رائج کرے تو موجب سزا اور عذاب کی  
 یہ میں آسکتا تھا۔ لہذا کسی وائسرائے نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ ایک اور مثال کہ کبھی ریاست کا گورنر  
 جمہوریہ کا نائب بن کر دستور ہند کے علاوہ کردہ اختیارات کے تحت ریاست کی نگرانی کرتا ہے۔  
 تو اسے غفلت برتنے پر اس کا انجام ظاہر ہے کہ عہدہ جلیل سے علمدگی بلکہ حد سے متجاہد ہو  
 اور وہ مستوجب سزا بھی عوامی حکومت عوامی منشاء کے مطابق حکومت کرنے کی پابند ہے اور  
 ن و ضوابط کی پابند۔ پھر وہ دیکر ایسی حکومت یا چیف منسٹر کو وقت مقررہ کے بعد عوام پروردہ  
 کے اور پھر کبھی موقع نہ دینے لگے۔

اس قدر وضاحت کے بعد یہ امر روشن ہو کر سامنے آجاتا ہے کہ بلاشبہ جب اس زمین کا  
 یقی اور بادشاہ اللہ ہے جب مسلمان اللہ کو رب العالین یعنی سارے جہانوں کا مالک اور پالنے  
 والی مائیں **مَلِكٌ يُؤْتِي الدِّينَ** یعنی روزِ جزاء کا مالک بھی مائیں **إِيَّاكَ نَعْبُدُكَ إِنَّا لَكَنَّا** یعنی  
 اچھا کرنے کے اقرار بھی کریں اور اس سے مدد بھی چاہیں پھر زمین کا مالک و بادشاہ اپنے  
 سمجھ کر فرعونیت کا ثبوت دے کر اس کی خدائی میں شریک ہونے کا دعویٰ اعلانیہ مثل  
 ایاد پروردہ مثل یزید کریں تو باطل پرست ضرور ہواشت کر سکتے تھے لیکن امام برحق جنہیں عموماً  
 خصوصاً اُمتِ محمدیؐ کی رہبری کے لئے پیدا کیا گیا ہو یعنی عظیم المرتبت امام حضرت حسینؑ کیس  
 رداشت فرما سکتے تھے؟ دنیا میں اللہ کے نائب بن کر اس کے دستور کے تحت حکومت کرنا  
 یہ ایک بہت بڑا عہدہ جلیل ہے علامہ اقبال اسرارِ خودی میں اس حقیقت کو یوں اچھا کر  
 ہیں۔

نائبِ حق در جہاں آدم شود ؛ بر غماہِ حکم او محکوم شود  
 نائبِ حق در جہاں بودن خوش است ؛ بر غماہِ حکمران بودن خوش است

(۳) نائب حق، بچو جان عالم است ؛ ہستی اوقلی اسم اعظم است ترجمہ و مطلب :- دنیا میں آدمؑ اللہ کا نائب ہوتا ہے تمام موجودات پر اس کا حکم جاری و ساری دنیا فذ ہوتا ہے۔

(۲) - دنیا میں اللہ کا نائب بن کر گزارنا اور بحیثیت نائب حکمرانی دنیا کے عناصر پر کرنا بہتر ہے۔  
(۳) - نائب حق کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اللہ کا نائب عالم کی جان کے مانند ہے۔ اسی کا وجود اسم اعظم کا یعنی اللہ پاک کا سایہ ہے اگر انسان ناقص و باطل پرست کی ہوس اس قدر پر عہدے اور جلیل القدر عہدے سے بھی مطمئن نہ ہو اور وہ زمین پر خود کو بادشاہ سمجھنے لگے تو، نشان کے سامنے قرآن پاک کی یہ آیتیں تھیں۔

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِّحُوْا لِلّٰهِ حِیْثُ کُنْتُمْ وَاِذَا قُمْتُمْ لِلّٰهِ مِنَ الْمَوَاقِیْتُ سَبِّحُوْا لَہٗ کُلَّ نَافِلَةٍ ۚ ذٰلِکَ سَبْحٌ لِلّٰهِ الَّذِیْ ہُوَ الْمَلِکُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ الَّذِیْ لَا یَاخُذُہٗ سِنٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرَکُّوْنَ ۚ سُبْحٰنَہٗ عَنِ الْمُلٰتِیْمٰتِ ۚ اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْغُیُوْبَ ۚ اِنَّہٗ لَہٗ الْاَسْمٰءُ الْحُسْنٰی ۚ سُبْحٰنَہٗ عَنِ الْمُلٰتِیْمٰتِ ۚ اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْغُیُوْبَ ۚ اِنَّہٗ لَہٗ الْاَسْمٰءُ الْحُسْنٰی ۚ“ (سورہ البقرہ ۱۶)

جب امام حسینؑ قرآن میں یہ پڑھیں کہ زمین کا بادشاہ اللہ ہے تو بڑید کو بادشاہ کیسے سب سے کہتے۔ اسلام میں روحانی میدان ہو کہ دنیوی حکمرانی کا میدان جس کا مطلب اللہ اور اس کے را کی بنیائیت ہے صرف ذاتی اہلیت و فضیلت تقویٰ و اعمال صالحہ ہی کی بنا پر یہ بنیائیت حاصل کی جاسکتی ہے فضیلت نسل و رنگ کی بنا پر پھر گز نہیں بیرون فرج کہ اللہ کے رسولؐ نے اعلان فر دیا کہ آج سے کسی کو فضیلت نسل و رنگ کی بنا پر باقی نہیں رہی میں نے حسب و نسب کی جھوٹی شا کو اپنے قدموں تلے روند دیا ہے آج سے فضیلت کا معیار تقویٰ اور اعمال صالحہ ہیں چنا علامہ اقبال لکھتے ہیں۔ رموز بخودی میں لَعْنٌ یَلْدُوْا لَعْنٌ یَلْدُوْا لَعْنٌ یَلْدُوْا کی آیت کی تفسیر یہی۔

قوم تو از رنگ و خون بالا تراست ؛ قسمت یک اسودش صد اہمراست ترجمہ و مطلب :- علامہ فرما رہے ہیں کہ اے مسلمان اگر تو لَعْنٌ یَلْدُوْا لَعْنٌ یَلْدُوْا کا بندہ ہے آ جیسے اللہ پاک نسل و نسب سے پاک ہے اسی طرح تو بھی اپنی بنیاد و توحید پر رکھ کر یعنی خدا دا بندہ بن کر حسب و نسب سے آزاد ہو جا اسلام میں اسود اور اہمرا یعنی کالا اور سرخ دونوں یکسا ہیں بلکہ ایک کالا آدمی مسلمان ہو جائے اور ایک کالے آدمی اعمال صالحہ کا مالک ہو تو اسے خضر سرخ و سفید و گورے آدمی پر حاصل ہے پھر بانگ درا میں دنیا سے اسلام کے عزاد لکھتے ہیں۔

جو رنگا رنگ دغوں میں جا بیگا ؛ ترک خرگاہی ہو یا اعرابی خالاکسو  
نسل اکرم کی مذہب پر مقدم ہو گئی ؛ اور گیارہ دینا سے تو مانند خاک رہ کر  
چیزیں ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ و خضر رسولؑ میوں یا حضرت علیؑ و حمزہؑ و ابوبکرؑ  
و امیر مومنینؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ ان سب کی عزت و اہمیت کے  
ال سے ہے جب اعمال اچھے ہوں تو نسب عظمت بڑھانے میں سونے پر سہاگہ کا کام انجام دیتی  
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اپنی محبوب بیٹی کو نہ صرف اعمال کی نصیحت فرماتے رہے بلکہ اعمال پر  
ت نگرانی رکھی۔ علامہ اقبال نے ان بزرگ ہستیوں کی صرف نسبت ہی بیان نہیں کی ہے بلکہ اعمال کی  
اپنی بلندوں کو اجاگر فرمایا ہے۔ اگر صرف نسب ہی بڑائی کی دلیل ہوتی تو ابوہریرہؓ بھی رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم جو اپنے اعمال کی بناء پر جہنم کی آخر کار زمینت بن گیا۔

اس قدر تفصیلی بحث سے یہ واضح ہو چکا کہ "لا ملوکیت فی اسلام" اسلام  
یادی اصول ہے زمین کا بادشاہ اللہ ہے انسان کو اس کا نائب بن کر اس کی جانب سے اس کے  
تور کے تحت حکمرانی کرنی ہے۔ اسلام ملوکیت کو برداشت نہیں کر سکتا خلیفہ کا انتخاب قوم کرے گی  
کا نامزد خلیفہ، باپ اپنے بیٹے کو نامزد نہیں کر سکتا خلیفہ دراصل دنیوی و روحانی رہنما ہوتا ہے  
پ کے بعد نااہل بیٹا اس کی مسند پر بیٹھ جائے تو علامہ فرماتے ہیں، "کوئے عقابوں کے نشیمن  
نیکہ گئے ہیں۔"

میراث میں آئی ہے انھیں مستدار شاہ ؛ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن  
ت و ملوکیت کا تصور ہمیشہ تباہی کا موجب بنا رہا بقول حضرت اقبالؒ  
کرتی ہے ملوکیت آئنا رجوں پیدا ؛ اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز  
و رہے کہ فرید ناسخ نے جمہوریت اسلام کو مٹا کر اپنی بادشاہت کو خلافت کا نام دیکر دستور  
م کو اپنی سیاست سے علحدہ کر کے امام علیؑ مقام سے اپنے تعلق سے بیعت طلب کی ہے  
قبال کے الفاظ ہیں۔

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ؛ جدا ہو دیں سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی  
نہ ناچھارے بے دین حکومت قائم کی پھر ظہور و دنیا کے نواسے سے جو ملحوظ اعمال مومن کامل  
امام پر حق تھے۔ اپنے تعلق سے بیعت طلب کر چکی ناشائستہ جہارت کی۔ اب امام علیؑ  
مدد دیں رہیں باقی نہیں ایک اپنے نانا کی لائی ہوئی شریعت اور لائے ہوئے مذہب کا لگ

قیامت کے لئے گھونٹ کر اپنی جان بچالیں دوسری اپنے نانہا کی لائی ہوئی شریعت اور لایا ہوا دین  
امام حسینؑ کو صحیح انداز میں امت محمدی کے سامنے پیش فرما کے آپ کے دوش مبارک پر امامت کے  
جو فرائض عاید تھے ان کا حق ادا فرمادیں اور لاملوکیت فی اسلام کی اہمیت اور ضرورت  
کو قیامت تک کے لئے ثابت فرمادیں اور اپنے نانہا کی امت کو یہ نعرہ سکھادیں کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود یومین ؛ نہ مال غنیمت نہ کشور و کشتی (اقبال)

جس کسی نے دست یزید پر بیعت کر کے اہل کفر کو امام عالمہ قائم کرنے کا یہ سوال کیا کہ کیا یزید کا  
ہاتھ اس تعزیف میں آتا ہے ؟

ہاتھ ہے اللہ کا بندن یومین کا ہاتھ ؛ غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز (اقبال)

یزید کے زرخیز غلاموں کے پاس بھی امام عالی مقام کے سوال کا جواب نفی میں تھا اور صرف ایک  
جہالت کی ضد تھی اور دینوی لالچ کہ آپ سے بیعت لے کر آپ کو شہید کر کے یزید سے دینوی  
اعزازات حاصل کریں یہ سینہ نبوتؐ پر لوٹا ہوا شیر خداؐ سے تربیت پایا ہوا فاطمہ الزہراؑ کی  
کو کھ مبارک سے جنم لیا ہوا وہ فرزند اسلام تھا جس کو نام اسلام رکھنا تھا جس کو توحید کے اجلے  
سے دنیا کو روشن کرنا تھا اسلام کے اصول لاملوکیت فی اسلام کے معنی امت محمدیؐ کو  
سمجھانا تھا آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یا آواز بلند فرمایا جیسا کہ واقعہ کربلا میں حضرت اقبال  
کہتے ہیں

تیغ بہر عزت دین است دلبس ؛ مقصد و حفظ آئین است دلبس

ترجمہ ۱۔ تیغ و تلوار کا مقصد صرف دین الہی کی عزت رکھنا ہے۔ یومین کے ہتھیار کا مقصد صرف  
اللہ کے آئین و دستور کی حفاظت ہے۔

آپ کے ساتھیوں نے آپ کی آواز پر آپ کی دعوت پر آپ کی حقیق رہنمائی پر جواب  
دیا مر جا مر حیا۔ اے امام برحقؐ آپ نے سچ کہا ہم اسلام پر قربان ہونے تیار ہیں ہم لاملوکیت  
فی اسلام اور خلافت کا مطلب دنیا پر اجماع کو دینے کے لئے امام عالی مقام اور آپ کے جانناز ساتھیوں  
کے نقش قدم پر چلنے کے بارے میں علامہ اقبالؒ ہم کو سمجھا رہے ہیں۔

خانقاہ کی بنا دینا میں پھر ہوا استوار ؛ لاکھیں سے دعوٰی دکر اسلاف کا قلیہ جگر

علامہ اس طرح وضاحت فرماتے ہیں آج کل کے علماء کو کہ تم خانقاہوں میں آرام سے کب تک بیٹھے  
رہو گے اندوہ و دلگیری کا انداز لے۔

نفل کو خانقاہوں سے ادا کرسم نہیں پڑی؛ کہ فقیر خانقاہی ہے فقط اندوہ و لگیری  
عام حریت کا دیکھا تھا جو خواب اسلام نے؛ اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

## فلسفہ آزادی و غلامی اور

### حضرت امام حسینؑ امام عالی مقامؑ وینہ ییاد اونی مقام

فلسفہ آزادی اور غلامی بڑے نازک مسائل کی صورت اختیار کر گئی کے ہر قوم کے سامنے  
ہیں۔ اسلام نے اس کے کیا حدود و مقرر کئے ہیں۔ اس نازک فرق کو شہادتِ امام حسینؑ  
المرتب اجالا کر کرتی ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے ”حریت اسلامیہ و سرحدِ جاوید“ پر  
شانی کی ہے اور جس عنوان کے لئے ہم بڑھ رہے ہیں اس میں عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ حریت  
لی اسلام کی جان ہے۔ اسلام کی تعلیم دراصل حریت عطا کرتی ہے اور حریت اسلام کو باقی  
نے ازلیں ضروری ہے اسلام کی اس حریت کو برقرار رکھنے امام ذیشانؑ نے اپنی جان  
پاک کے حوالے فرما کے اسلام کی حریت کو باقی رکھا۔ فلسفہ شہادتِ امام عالی مقام میں جہاں  
شیدہ فلسفہ حیات حل ہو جاتے اور ہمارے لئے رہنمائی کرتے ہیں۔ وہیں فلسفہ آزادی و  
بھی عمقی طور پر حل ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ پہلے ہم آزادی و غلامی کے پہلوؤں پر تھوڑی  
کر کے روشنی تو ڈال لیں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ حضرت امام ذیشانؑ آزادی کی کس منزل پر فائز  
درینہ ییاد اونی مقام غلامی کی کس گندہ منزل اور دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔

انسان مطلق العنان اور قادر المطلق بن کر سرکشی کا انداز لے  
ن آزادی یا محکوم | زندگی بسر کرتے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے اگر کوئی مطلق العنان  
مطلق ہونے کا دعویٰ کر کے سرکشی پر اتر آئے تو وہ فرعون ہے انسان کا تعلق ہمیشہ معبود سے  
عبد و البتہ رہتا ہے۔ عبد سے معبود کا تعلق اور معبود کو معبود تسلیم کرنا یہ دو ایسے عقائد  
قیمتیں ہیں جن کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس تعلق کو چھوڑ کر زندگی گزار دی جائے تو  
بخطرناک حدود میں انسان اور اس کی زندگی پہنچ جاتی اور بقا سے ہٹتا رہتا ہو کر نیہ ہوتا ہو کر  
ہے اس لئے علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں اجاگر فرمایا ہے۔

توئی نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود؛ میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تو

ہر کہ بے حق زلیخت جو نرم دار نیست ؛ اگرچہ کس در ماتم از دار نیست  
ترجمہ و مطلب :- جو آدمی اللہ پاک سے تعلق منقطع کر کے زندہ رہا وہ مردار یعنی مرے ہوئے  
کی طرح ہے اگرچہ کہ کوئی اس کے مرنے کا ماتم نہیں کر رہا ہے۔

یہی تو مقام تھا کہ جب یزید نے اپنے اعمال سے خدا کے وجود سے انکار کر دیا اور  
تعریف میں آگیا تو حضرت حسینؑ امام روضہ ضحیرہ مردہ کے ہاتھ پر بیعت فرما سکتے تھے نہ اس کا وجود  
فرما سکتے تھے لہذا امت کی رہبری کرنے والے امامؑ نے سمجھایا کہ اے بد نصیب ! خلافت اللہ کی  
کا اعلان کرتی ہے اور بادشاہت تری خدائی کا اعلان کرتی ہے تو نے یہ کیا رد علی اختیار کر لیا  
کہ خلافت کا ماتم دے کر بادشاہت کے پردہ میں خدائی کرنے کی جرات کر رہا ہے۔

یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی ؛ پایندہ خدا بن یا پسندہ زمانہ (اقبال  
عبد کا معبود سے بندگی کا اقرار قول فعل انسا  
حقیقی آزادی سے ہٹنا کہ تا ہے چونکہ ایک حق  
معبود کے سامنے جب انسان اپنا سر خم کر دیتا  
وہ ہزاروں ان گشت مصنوعی معبودوں اور دنیا کا

معبود حقیقی سے عبدیت کا تعلق

ہی اصلی حریت و آزادی

سے بڑی قوتوں کے سامنے سر جھکانے اور خائف ہونے سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے  
کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

رہے کا تو ہم جہاں میں یگانہ دیکتا ؛ اتو گیا جو ترے تل میں لا شریک لدا  
اوپر سجدہ ہے لائق استعمام ؛ کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام  
وہ شخص جو معبود واحد و خالق حقیقی سے اپنا رشتہ عبدیت مستحکم کرنے کے بجائے جاہ و  
ذولت و حکومت نفس امارہ کا غلام بن کر خدا کے بندوں کو دنیا کا لالچ دے کر اپنا غلام بنالیتا  
غلط کام خود کرتا اور ان سے غلط کام لیتا ہے تو کبھی فرعون بن کر دنیا کے سامنے آتا ہے کبھی  
وہ تیرے در کے درویش بن کر نمودار ہوتا اور کبھی یزید ناسق کے غلام سے جنم لے کر خدا کے  
کے ذوالے امام برحقؑ سے ٹکر لیتا ہے۔ یہ اپنے نفس کے غلام بن کر ایسے غلام بن رہا  
ہیں کہ حفیظ جانہ عمری نے شاننامہ اسلام میں یزید کی غلامی کی گویا یوں وضاحت کی ہے :-  
کہ یہ یزید نامرد ایسا غلام ہے جو بغیر جنگ میدان کر بلا میں نہیں آیا ۔ بلکہ پشانت کا طوق  
در حقیقت غلامی و لعنت کا طوق تھا پس کہ خوشی سے بھول گیا ۔

## بمزید پر متجانس ابلیس مسلط کردہ غلامی

غلامی میں بشرِ غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا ؛ ثبات و صبر سے کوئی مُصیبت سہہ نہیں سکتا  
 غلامی میں بشرِ عزت کے معنی بھول جاتا ہے ؛ یہیں کرطوقِ لعنت کا خوشی سے بھول جاتا ہے  
 غلامی سرِ بلند کی کے تاراج سے ڈراتی ہے ؛ زمین پر پیٹ کے بل رہنے کے کاگر سکھاتی ہے  
 غلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر ؛ ہر اسانِ بزم کے اندر گریزاں رزم کے اندر  
 غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے ؛ دلوں کو حسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے  
 غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے ؛ کل دیتی ہے لیکن حسنِ نیت چھین لیتی ہے  
 غلامی ذوق کی قائل غلامی نکر کی دشمنی ؛ عددے خود شناسی اور خدا کے توکر کی دشمنی  
 غلامی عقل سے خالی غلامی عشق سے ماری ؛ غلامی طالبِ آدم جو اپنے بھروسے کا دری  
 جہادِ زندگی میں خنجرِ حلاوت کے در سے ؛ غلامی اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے فخر سے  
 غلامی کی نگاہیں مار والے ٹمک نہیں جاتیں ؛ الجھ پڑتی ہیں پروں سے حقیقت تک نہیں جاتیں  
 غلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہیں ؛ یہیں کر بھریہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

نے اپنے لئے جو آگ کی زنجیریں بنائی ہیں جن کو پہن کر وہ جہنم میں ناچے گا۔ اور گھٹائے گا اس کو تو  
 میں اس کا ساتھ دینے والے ہی دیکھ سکیں گے وہ بُزدل اس کے کرایہ کے سپاہی جن بد بختوں نے  
 آئینِ لوحِ تک اس شیر کے بچے کو یعنی شیرِ خدا کے فرزند کو اور اس کے خاندان کو اس لئے پیاسا اور  
 دکھا کہ یہ اگر تازہ دم رہیں گے تو ان سب کا صفایا کر دیں گے اور تین دن کے بھوکے پیاسے مردانِ خدا  
 بھی یا المقابل تنہا مقابل کی ہمت نہ پا کر ایک کے مقابل ہزاروں نے اپنے بُزدلی کے جوہر دکھا  
 قریب سامنے آکر مقابلہ کر سکنے کی قوت نہ پا کر پہلے ددر ہی سے ہر ایک شیر پر ہزاروں بُزدلوں نے  
 ساکی بارشِ شرور کی اندر ایک کا مقابلہ ہزاروں نے کر کے اپنا لوہا منوانا چاہا مزید کے ایسے  
 دل کواڑے کے سپاہی کی تعریفِ حقیقتِ جالندھری نے اس طرح کی ہے کہ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے  
 یہ بد و ماغ اور اس کے ابلیسِ ناجہنم نصیب گورنر ابن زیاد کے لدانہ کئے ہوئے سپاہیوں  
 سے ہر سپاہی کی حقیقی تعریف ہے اور ابنِ سعد منحوس پر بھی اس کا الحاق ہوتا ہے۔



## یزید کا بزدل ہر کرانے کا سپاہی

کرانے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے ؛ یہ اکثر مرتد ہوتا ہے اور بے موت مرتا ہے  
کرانے کا سپاہی پیشہ ور جلاّت ہوتا ہے ؛ فلام زرشتمید ذوق استبداد ہوتا ہے  
پہن ہوتا ہے اسکے دل میں ہذبہ جان نثاری کا ؛ مثال اس کی ہے ایسی جبطرح کتا شکاری کا  
یہ صدمہ نرم کے پیچھے بڑی گونی دکھاتا ہے ؛ مقابل شیر آجائے تو اکثر دم ہلاتا ہے  
اسی صورت غلامانِ یزید آئے تھے لڑنے کو ؛ نرم خویش گویا جعبہ بکری کے بکڑے کے  
مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی

ہوئی سرد ایک ہی بھیگی میں گرمی ان دلیروں کی (حفیظ جالندہ)

ہم سے حفیظ جالندہ کی زبان میں یزید بزدل اور اس کے کراہے کے سپاہی کا نقشہ پیش  
علامہ اقبال کی زبان میں حضرت حسینؑ امام عالی مقام اور یزید اونی مقام کا مقابلہ کرتے ہیں  
آئین جواں مردان حق گئی و بیباکی ؛ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی  
در حقیقت امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کا آئین حق گونی و بیباکی کا معیار کس قدر  
چونکہ یہ جو احمد اللہ کے شیر تھے۔ یزید بزدل کے سپاہی نہ تھے روباہی (لومڑی بن) یعنی  
کی مکاری کے انداز کو وہ اپناٹے ہوئے نہ تھے

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر ؛ کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا  
یزید خود ایک اللہ سے بھاگا ہوا نفسِ امارہ کی غلامی کا شکار ایک غلام تھا اور اس کے کا  
تو غلام در غلام تھے ان سب ایمانِ فروخت کردہ پر بھروسہ ہی کیا کیا جاسکتا تھا ؟ ان بد نصیب  
کی بصیرت ہی کیا تھی کہ ان پر بھروسہ کیا جاسکے۔ دنیا میں مردانِ حُر کی آنکھ بینا ہوتی ہے  
حقائق دیکھ سکتی ہے۔ یہی بات اپنے غل سے امامِ عالمجاہؑ اور آپ کے ساتھیوں نے  
کر دی۔

وہی ہے صاحبِ امر و جس نے اپنی ہمت سے ؛ زمانے کے سمندر سے نکلے گوہرِ فرما  
صاحبِ حُر حقیقی آزادی کے حامل تو امام عالی مقام اور آپ کے منہی بھر ساقی تھے جنہوں

اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے حقائق کے وہ گوہر نکالے کہ ان کے تک آج تک زمانے کی آنکھوں کو چمکا چوند نہ رہی ہے یہ کام تو صرف مردانِ حریت کر سکتے ہیں غلاموں سے اس لئے ممکن نہیں کہ نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو ؛ آنکھ جن کی پٹی محکومی و تقلید سے کور  
 نرید اور اس کے ساتھ رہنے والے سبک سبک ایسے غلام تھے کہ جو دراصل محکومی اور نفسِ امارہ کی تقلید نے سبکو اندھا بنا رکھا تھا۔ دینِ مبین کے بے پردہ حقائق نہ ان غلامِ سیرت اور کم بصیرت انسان نما جانوروں کو نظر آرہے تھے کہ احکامِ اسلام کیا ہیں؟ وہ جس کے مقابل اکھڑے ہیں وہ کس قدر اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔ اور کس کا فرزند کس کا تخت جگر ہے۔ کس بلند المرتبت پیغمبر کی جان ہے جس کو بلاشبہ جانِ اسلام کہنا چاہیے۔ گویا یہ بد بخت اسلام کی روح و جان سے بہرہ سیر کیا رہے چونکہ بوجہ محکومی و غلامی ان کی آنکھیں ظالم حاکم کی تقلید کرنے سے اندھی و نابینا ہو چکی تھیں اور بے پردہ حقائق بھی ان کو نظر نہ آتے تھے۔

- ۱۔ آزاد کی ایک آن ہے محکوم کا ایک سال ؛ کس درجہ گران میر ہیں محکوم کے اوقات
- ۲۔ آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت ؛ محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
- ۳۔ آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور ؛ محکوم کا اندیشہ گرفتِ خرافات
- ۴۔ محکوم کے حق میں سے یہی تربیت اچھی ؛ موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات

مندرجہ بالا اشعار کا مطلب (۱) امام حسینؑ اعلیٰ مقام اور آپ کے ساتھی باوجود مصائب بھوک پیاس کے جس قدر اطمینانِ قلب سے بسر فرما رہے تھے انھیں روحانی اور قلبی سکون نصیب تھا چونکہ مردانِ حریت تھے وہ اپنی زندگی کا پریشانی کن لحظہ بھی فرحت بخش انداز سے بسر فرما رہے تھے۔ برخلاف اس کے نرید غلام اور اس کے غلاموں کے لئے وہی لحظہ جنھیں نفس اور دنیا کی غلامی میں بسر ہونے کی وجہ سے بڑا کٹھن بن کر گزرتا تھا چونکہ یہ غلام سکونِ قلب کی دولت سے امام علیؑ کی طرح محروم نہ تھے۔ (۲)۔ امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کا ہر لحظہ آپ کو پیامِ ابدیت دے رہا تھا برخلاف اسکے غلام نرید اور اس کے غلاموں کا ہر لحظہ سیاہ قلبی کی بناء پر باعثِ پریشانی اور دنیا و آخرت کی موت اور خرابیوں کا باعث بن کر گزرتا رہا تھا۔ (۳) امام علیؑ مقامِ آزاد و روشن خیال کا ہر خیال پر فکر حقیقت سے مستعد تھے اور نرید محکوم بد بخت کی ہر فکر بے فائدہ خرافات یعنی وہی تباہی خیالات ہی کو سمجھ رہے تھے تھی جس طرح یہ بد نصیب خرافات میں گرفتار ہو چکا تھا اس کا اندیشہ بھی گرفتار خرافات ہو چکا تھا۔ (۴) ان حالات میں نرید سے بہادری اور اہل ایمان کی طرح زندگی گزارنا ممکن نہ تھا۔ بلکہ اس غلامِ ابدی

و دہائی کے لئے اہانت گزار نے اپنی طلب کی بے چینیوں اور بے بسی کے گہوڑے موستی راگ و رقص اور اس طرح کی صورت گیری میں مصروف ہو کر جینے کے سوا دوسرا نہ تھا۔

- ۱۔ محکوم کا دل مردہ و افسردہ و نوید ؛ آزاد کا دل زندہ و مسرور و شریک
- ۲۔ آزاد کی دولت دل روشن نفس گرم ؛ محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ و نمناک
- ۳۔ ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہمدوش ؛ وہ بندہ اللہ کا ہے خواہ افلاک

(۱)۔ یزید غلام صفت کا دل اپنے بدکاریوں اور گناہوں کی بنا پر افسردہ مردہ و نا امید بنا ہوا تھا۔ اور امام عالی مقام مرحوم و مرد آزاد کا دل اللہ پاک کے نور سے زندہ روشن اور حق الہی کے سوز سے جھریز تھا۔

(۲)۔ مرحوم و مرد آزاد امام عالی مقام کی دولت ایک روشن قلب تھا اور گرم سانس تھی کہ ہر سانس میں ایمان کی گرمی موجود تھی اور یزید محکوم عاجز و غلام کو تو ایک دیدہ و نمناک یعنی اپنی بدکاریوں پر آشوبہا نے والا دیدہ و آنکھ میسر تھی۔

(۳)۔ کیا حمال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے۔ یزید بدکردار غلامانہ بصیرت رکھنے والا محریٹ پسند فلک المرتبت امام عالی مقام کی برابری کا دعویٰ کر سکے۔ یزید ادنیٰ مقام تو افلاک کا غلام ہے۔ افلاک کی غلامی اسکے تقدیر کی نمٹنے والی نگیں ہیں اور امام بلند کردار بلند مقام مرحوم و مرد آزاد ان تمام افلاک و آسمانوں کے آقا مولا اور مولا ہیں جن افلاک کی غلامی یزید ادنیٰ کے مقدر میں ہے۔

اور آگے چل کر علامہ اقبال غلام اور آزاد مرد کے فرق کو یعنی امام عالی مقام اور یزید ادنیٰ مقام و غلام کے فرق کو اس طرح سمجھا رہے ہیں۔

- |                               |   |                             |
|-------------------------------|---|-----------------------------|
| نکلتی گوشت روشن چو ڈر         | ؛ | تا شناسی امتیاز عبد و حر    |
| عبد گرد و یادہ دریل و نہار    | ؛ | در دل حریا و گرد و روزگار   |
| دمبدم لا آفرینی کار حسد       | ؛ | نغمہ سپہم تازہ زین و تار حر |
| ہمت حر با قضا گرد و مشیر      | ؛ | حادثات از دست و صورت پھیر   |
| بندہ آزاد را آید گرای         | ؛ | ز سستی اندر جہاں دیگران     |
| بہر غلامی دل نمیرد دریل       | ؛ | از غلامی روح گرد و بارتن    |
| در غلامی تن زچاں گرد و تہی    | ؛ | از تن بے جاں چہ امید بھی    |
| گر چہ پر لب ہائے او نام خداست | ؛ | قبلہ اطاعت فرما نرواست      |
| آن خدا نانے دہد جا کے دہد     | ؛ | ایں خدا جانے پر و نانے دہد  |

— مرد حواسِ لا الذہن روشن ضمیر ؛ می نہ گردیندہ سلطان و مہمید

— ز محکومی رکانِ درون چنان سست ؛ کہ انا شروع و آئین بار دوش است

— آن کہ حقیقی لا یوت آدم حق است ؛ زیست با حق حیات مطلق است

مطلب :- (۱) میں سمجھتا ہوں کہ ایسا موتی کی طرح روشن و چمکدار نکتہ بیان کرتا ہوں تاکہ تو غلام اور مردِ حرم میں سمجھ سکے۔ (۲) غلام (یزید کی طرح) رات دن یعنی دنیا میں گم رہتا ہے۔ اور مردِ حرم کے دل میں زمانہ گم رہتا ہے کہ امام حسینؑ کے دل میں گم تھا۔

مردِ آزاد (امام حسینؑ) کا کام ہر لمحہ ایک نئی بات یعنی نئی نیکی کو جنم دیتا ہے۔ مردِ آزاد کے ستارے تو زندگی کے تازہ نئے پیدا ہوتے ہیں۔

آزاد یعنی مردِ حرم (امام حسینؑ) کی ہمت تضادِ فکر کی مشربن جاتی ہے ایسے مردِ حرم کے مبارک ہاتھ سے نہ حسنہ ظہیر پذیر ہوتے ہیں۔

بندہ آزاد (امام حسینؑ) کو سوائے خدا کے دوسروں کی دنیا میں یعنی غلامی میں رہنے سے گرائی محسوس ہے۔

غلام کا دل یزید کا دل، غلامی سے جسم کے اندر مزہ ہو جاتا ہے اور روح جسم و تن پر بوجھ بن جاتی ہے۔

غلامی میں جسم جان و روح سے خالی ہو جاتا ہے گویا یزید کی طرح جس میں نہ جان ہو نہ روح تو سے اچھائی کی امید ہی کیا؟

اگرچہ غلام کی زبان پر دکھاوے کھیلے (یزید کی طرح) خدا کا نام آتا ہے مگر اس کا قبیلہ اپنے باؤشل سس امامہ کی اطاعت کرنا ہوتا ہے۔

آزاد کا خدا آزاد کو روٹی بھی دیتا ہے اور جان بھی عطا کرتا ہے۔ یزید کا سایہ بخت خدا اپنے تو روٹی دیتا ہے جان لے لیتا ہے۔

مردِ آزاد (امام حسینؑ) روشن ضمیر ہوتا ہے اور ایسا عالی مقام مردِ آزاد بادشاہوں اور امیروں کا رہتا۔

ملکوی و غلامی سے (یزید کی) رگیں ایسی سست ہو گئی تھیں کہ وہ اپنے پانچویں کاندھوں کا بوجھ قح - (۱۲) یہ جو کچھ لگایا ہے کہ (امام حسینؑ) کو تو نہیں آتی بالکل صفا پس ہے یہ جو اللہ کے بن کر جیتا ہی حیات ہے۔ آزادی و غلامی کے پیچیدہ مسئلہ کو شہادتِ امامؑ نے قیامت کے دن فراموش نہیں فرمایا ہے

امام عالی مقام حضرت حسینؑ کے تعلق سے بعض تاریخی علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ اعتبار کوئیوں کے دعوت ناموں کی بناء پر کہ بلایں اپنی ذات مبارک پہی کا لے جانے میں مصلحت نہ تھا تو درجاء کے معاذ اہل و عیال کے تشریف لے جانا قطعاً تھا ضرور اندیشی نہ تھا۔ ایسے علم کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں

عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کسی نے  
علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن  
عشق سکوت و ثبات، عشق حیات و حیات  
علم کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات  
بنادہ تخمین وطن کرم کتابی نہ بن  
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی آنکھ تھی  
زندگی کچھ احقر تھے ہے علم ہے کچھ اور تھے

علم کے ہاتھ میں غلامی ہے نیام لے ساقی  
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین وطن  
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پہنا ہوا جواب  
علم مقام صفات عشق تماشا ہے ذات  
عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب  
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سر  
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ

علامہ اقبال نے "سیر حادۃ ذکر بلا" کے عنوان کے تحت عشق اور عقل پر بھی بہت ہی فلسفانہ پییر حاصل کی ہے۔  
قرائ ہے۔

مومن از عشق است و عتیق از مومن است ؛ عشق را بنا ممکن ما ممکن است  
 مومن تو عشق الہی ہی سے مراد ہے۔ عشق الہی اور مومن کا اس قدر گہرا اور عتیق تعلق ہے کہ یہ کہتا یا لکل صمیم  
 ہو گا کہ مومن اگر ہے تو عشق الہی سے اور اگر عتیق الہی ہے تو مومن سے عشق الہی ہر ناممکن کام کو ممکن بنا کر  
 دکھا دیتا ہے۔ اور عشق کے بارے میں فرماتے ہیں

؛ اگر مدِ عشق تو ہے کُتر بھی مسلمان	؛ نہ ہو تو مردِ مُسلمان بھی کافر و زندیق
؛ عشق کے ہیں معجزات سلطنتِ غفر و دیں	؛ عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاجِ نیگیں
؛ عشق مکاں و مکین، عشقِ زماں و زمیں	؛ عشق سرِ اہلِ یقین اور لبِ یقینِ فتحِ یاب
؛ عشقِ یہ بجلیِ حلال، عشقِ پرِ حاصلِ حرام	؛ عشق ہے ابنِ الکتاب، عشق ہے امِ الکتاب
؛ عشقِ دمِ جبریل، عشقِ دلِ مصطفیٰ	؛ عشقِ خدا کا رسول، عشقِ خدا کا کلام

ایک طرف اللہ پاک سزا پا حرم بن کر اپنے عاشق حسینؑ سے عشق کی حسیں ملا کر رہے ہیں تو اپنے تمام اہل

ہے کہ فرارِ امامِ عالی وقار کے لئے آیا ممکن ہے جب کہ آپ خود عشق کی انتہائی بلندی پر ہیں۔  
 کی بے نیازی اور حسنِ کامل دیکھ کر امامِ عالی جاہ کا عشقِ امامِ عالی جاہ کیوں سمجھا رہا ہے۔  
 عشقِ بلند ماں ہے رسمِ وورہِ نیاز ہے ؛ حسن ہے مست ناز اگر تو بھی جوابِ ناز دے  
 عاشقانِ امامِ حسینؑ سے زمانہ سوال کر رہا ہے کہ اے امامِ جلیل القدر ! تجھے تو عشقِ الہی نے ذوق  
 سے آشنا کر دیا ہے۔ تو عام طور پر تجھے لازم ہے کہ اس بزمِ دنیا کو اور خاص طور پر ترے نانا کی  
 تو شمعِ بزمِ عشق کی صورت بن کر ایسی رہنمائی و رہبری فرما کر انہیں بھی سوز و ساز حاصل ہو سکے۔  
 رح سوز میں انہیں بھی مزا آنے لگے۔

عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تبش سے آشنا ؛ بزم کو مثلِ شمعِ بزمِ حاصل سوز و ساز ہے  
 رہا تھا کہ اے جلیل القدر عاشقوں کے امام ! تیرے نانا کی اُمت کے نوجوانوں کو تیرے اندازِ عشق کو کفِ نرس ہے  
 بھی عشق کی لوگ اندھیر ہے ؛ مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے  
 شراب کہن چھہ پلا ساقیا ؛ وہی جامِ گردش میں لا ساقیا  
 خرد کو غلامی سے آزاد کر ؛ جوانوں کو پسندوں کا استاد کر  
 ہری شاخِ یلت ترے نم سے ہے ؛ نفس اس بدن میں ترے دم سے ہے  
 تو اپنے پھٹکنے کی توفیق دے ؛ دلِ مرتضیٰؑ سوزِ صدیقِ نرس دے  
 جگر سے وہی تیر چھہ پار کر ؛ تمنا کو سینوں میں بیدار کر  
 ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر ؛ زمینوں کے شبِ زندہ داروں کی خیر  
 جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے ؛ قمرِ عشقِ تیری نظر بخش دے  
 بتا مجھ کو اسرارِ مرگِ حیات ؛ کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات  
 تیری دیدہ ترکی بے خوابیاں ؛ ترے دل کی پوشیدہ بات بیاں  
 ترے نالہٗ نیم شب کا نسیان ؛ تری خلوتِ انجمن کا گمان  
 انگلیں تری آرزوئیں تیری ؛ امیدیں تری جستجوئیں تیری  
 تری فطرتِ آئینہ روزگار ؛ عندالافکار کا مرغزار

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے

ترا عشق تری نظر بخش دے (اقبال)

نبذمانہ کی مندرجہ بالا پکار دوسری جانبِ عشق کی انتہائی منزلِ امام کے سامنے تھی۔

عقل سفاک است زاد سفاک تر  
 پاک تر چالاک تر بے باک تر ۔

عقل در پیچاک اسباب و علل  
 عشق چو گمان باز میدانِ عمل

عشق صیدانہ زندہ باز افکند  
 عقل را سر پایہ از بیم و شک است

عقل کند تعمیر تا ویراں کند  
 این کند ویراں کہ آباداں کند

عقل چون باد است ادباں در جہاں  
 عشق کیاب و بہائے ادگراں

عقل محکم از اسالیش چوں و چند  
 عشق عریاں از لباس چوں و چند

عقل میگوید کہ خود را پیش کن  
 عشق گوید امتحان خویش کن

از فضل است و با خود حساب  
 گوید بندہ شد آدا و شہ

اش را سادیاں حریت است  
 با عقل پیموس پرور چہ کرد

نام کر جائے ہے اب عقل کے تعلق سے کہا جا رہا ہے  
 سبب و علل کے بندھوں بندھی رہتی ہے

اسے تو انجام تباہی اور موت ہوگا اگر ہم راہ خدا  
 سیکھنے آمادہ بھی ہوتی ہے اور اجازت بھی

لیکن عشق میدان جنگ ہو کہ کوئی میدانِ عمل  
 بلکہ وہ اپنے معشوق کا مزاج اور رجحان

کی چکروں میں نہیں رہتا بلکہ بے خوف نڈر  
 کیوں نہ ہو کہ گزرتا ہے عقل مکار و دام

ہوتا ہے عشق کا سر پایہ عزم پکا انادہ  
 ن کر دیتی ہے۔ عقل کی کی ہوئی ویرانی

شق عقل سے زیادہ تباہی دہرائی اور فنا  
 ہاتھوں نصیب ہوئی فنا کو عشق وائے حیات

تن بہت ہی کیاب و بیش بہا اگر ان قیمت

لی کی بنیاد چوں در چند "یعنی ایسا ہو تو کیا ہو ویسا ہو تو کیا ہو" پر مبنی ہے۔ عشق ایسا ہو تو کیا ہو تو کیا ہو "کالبا کس زیب تن نہیں کرتا عقل ہمیشہ ہی کہتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ اپنے آپ کو بچائے عیش و عشرت راحت مسرت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دے مگر عشق یہ کہتا ہے کہ خود کو امتحان خداوندی کر دو۔ عقل و دوسروں سے آشنائی رکھتی اور ان سے مفاد حاصل کرنے کی دھن میں رہتی ہے عشق خود نل سے اپنے حساب میں مشغول و مصروف رہتا ہے۔ عقل ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ خوش رہو آباد رہو اے اللہ کا بندہ بن کر رہ اور ہمیشہ اللہ کی آزمائش میں وقت گزار دے عشق کے لئے اگر آرام حیاں دے دیو سکتی ہے تو حریت ہے عشق کی ادنیٰ کو حریت کا سارا بان یعنی شہربان ہی چلا سکتا ہے مختصر یہ کہ ان ہی حیات ابدی دیتی ہے۔ اور عشق الہی کے لئے اس کی جان اور ضرورت ہے حریت۔

اللہ اللہ یا نے بسم اللہ پدر ؛ معنی ذریعہ عظیم آمد پدر

بہر آں شہزادہ خیر اعدل ؛ دوش ختم المرسلین نعم البعل

الہی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کا تھا کہ باپ نے اپنے عشق الہی کی انتہا پر پہنچ کر بیٹے کرنے بیٹے نے بھی عشق الہی کی انتہا پر پہنچ کر اللہ پر قربان ہونے عملی اقدام کیا جس کی گواہی یہ آیت دیتی ہے کہ وَقَدْ يَتَنَاهُ بِذَرْجٍ عَظِيمٍ (۱۷: ۳۷) ہم نے ایک بڑا ذریعہ اس کے سے دیا، یعنی یہاں تو معاملہ ذبح تک محدود رہا اس عشق کی تکمیل ان دونوں کے پوتے حسینؑ کو جو ختم المرسلینؑ کے کندھے کا پیارا اور بہترین سوار تھا اور حسینؑ کا عشق الہی اپنی انتہائی بلندیوں پر تھا۔ تو امامؑ کے اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی جست تھی اور اوہر امام حسینؑ کی کربلا جست تھی کہ آپ کو عرش پر پہنچا دیا۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام ؛ اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

ننگا عشق مستی میں وہی اول وہی آخر ؛ وہی قرآن وہی فرقان وہی سلین وہی طابا (اقبال) حسینؑ بلند مقام کے عشق الہی کے یہ مقامات تھے تو کربلا کا میدان جہاں امام ذیشان کے لئے دُکربہ بران نہیں عشق الہی اور لازہ نیاز کا میدان بن گیا وہیں یزید اور اسکی بزدلی فوج کے لئے ابلیس کو لڑنے کا میدان بنا ہوا تھا۔ اللہ پاک کے عشق صادق نے امامؑ کو بے خوفی کا خرقہ پہنا کر بے خوف تھا اور "انتم الاعلون" یعنی تم سب سے اعلیٰ ہو کچھ بڑی کامیابی کا تاج آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا بقعت کو اقبال یوں بیان کرتے ہیں۔

خرقہ لا تحزنوا اند برش ؛ انتم الاعلون تاج برش



## امام عالی مقام میدانِ عمل و کردار میں

علامہ اقبال عمل کے تعلق سے فرماتے ہیں۔

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے ذوقِ انقلاب ؛ ندرت فکر و عمل کیا شے ہے ملت کا شباب  
ندرت فکر و عمل سے معجزاتِ دُمدنگی ؛ ندرت فکر و عمل سے سنگِ خارہ لعلِ ناب

امام عالی مقام حضرت حسینؑ نہ صرف میدانِ کربلا میں بلکہ پوری زندگی سہ ایا علی و کردار و مجسمِ ایشا ربّے رہے

حضرت حسینؑ کو تمام عبادات ہی سے سروکار تھا لیکن نماز آپ کی محبوب عبادت تھی۔

ازبے نصیبی کہ نماز کی مکمل تعلیم تربیت آپ نے خود اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

حاصل فرمائی تھی اس لئے نماز میں انہماک و حضوری قلب اپنی انتہا پر تھے۔ آپ شب و روز میں ایک ایک

ہزار نوافل ادا فرمایا کرتے روزے کثرت سے رکعتے حج بھی کثرت سے فرماتے چنانچہ پچیس حج پا پایادہ ادا

کئے۔

جو دو سخا و منکسر المزاجی حضرت حسینؑ کا جو دو سخا کا دریا ہمیشہ طغیانی پر رہتا تھا کوئی سائل آپ کے

درس سے خالی ہاتھ کبھی نہ گیا منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ

سواری پر جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ فقرا بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو مدعو کیا۔

اللہ اکبر! یہ شہنشاہِ فوری سواری سے اترا اور فقروں کیساتھ کھانے میں شریک ہوا پھر فرمایا بیکیر کرنے والوں

کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

عفو و کرم ایک مرتبہ مہانوں کے ساتھ امام حسینؑ کھانا تناول فرما رہے تھے آپ کا غلام گرم گرم

آتشِ چہرہ مبارک پر گرئی۔ امام ذی القرب نے صرف غلام کو دیکھا اور زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ غلام نے فوری قرآن

کی آیت کا ایک ٹکڑا دیا ”وَ اَلْكَافِرِينَ فِي الْعَذَابِ“ پڑھا یعنی (مستی لوگ) عذبت کو ضبط کرنے والے ہوتے ہیں

”امامؑ نے فرمایا میں نے عذبت کو ضبط کر لیا۔“ غلام نے کہا ”وَ اَلْعَافِينَ عَنْ الشَّيْءِ“ اور لوگوں کے قصور

مغفرت کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”میں نے تیرا قصور معاف کر دیا۔“ غلام نے آیت کا

تسمیہ پڑھ دیا ”وَ اَللّٰهُ يُصِيبُ الْمُحْسِنِينَ“ ”اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

آپ نے اسی وقت غلام کو آزاد فرما دیا اور انعام بھی عطا فرمایا اسلئے علامہ اقبال نے کہا ہے۔

جس کا عمل ہے بے غرض اسکی جڑ کچھ اور ہے ؛ جو روضہ خدام سے گذر بادہ و جام سے گذر

لاذ ہے لاذ ہے تقدیر جہاں نگہ تار ؛ جو ہوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

**ذی وقار اور حمید ان گزرا** جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے امام حسینؑ کو مدینہ کے گورنر ولید نے یزید کی ہدایت پر یزید کی بیعت کے لئے عرض کیا پانے غم کے لئے دقت لے لیا تھا۔ آپ بہت غور فرمائے پھر بھی یزید کو اس قابل نہ پاتے تھے کہ سق و زندیق کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ ادھر اہل عراق کے آپ کو خطوط پر خطوط وصول ہو تھے کہ آپ ظالم حکومت کے مقابلہ ہماری مدد فرمائیے خلافت قبول فرمائیے ہم آپ کے ہاتھ پر ناکرے بے چین و منتظر ہیں۔ امام عالیجاہ کے پیش نظر اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب تھے۔

(۱) فرمایا آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو فریب ہے کہ اللہ ان پر عمومی عذاب نازل کر دے۔ بہترین جہاد ظالم اقتدار کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ (۲) جو لوگ کسی ظالم سے اپنا حق لینے کے سلسلہ میں مارے جائیں وہ بھی شہید ہیں۔

بجاء امام شعبانؑ کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مکہ پہنچ کر آپ ساتویں تک مکہ میں قیام پذیر رہے وہاں بھی کوفیوں کے قبائل کے سرداروں کے بے دریغے ویرٹھ و تشریف لانے کی خواہش کا اظہار کرتے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے بے چین و منتظر کے رہنے اور یزید کے ظلم سے بچانے موصول ہوئے آخر امام ذیشانؑ نے اپنے چچا زاد بھائی نبیلؑ کو حالات سے باخبر ہو کر مطلع کرنے اپنا قاصد بنا کر معہ اپنے ایک خط کے روانہ فرمایا جب مکہ کو پہنچے اور کوفیوں نے امام حسینؑ کا خط سنا تو حضرت مسلمؑ کے گرد مارے خوشی کے جمع ہو گئے اور کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ حال حضرت مسلمؑ نے امام حسینؑ کو مکہ بھیجا کہ یہاں سب بدائی ہیں۔ یہ حالات یزید فاسق کے جاسوسوں نے یزید کو مکہ بھیجے تو یزید ظالم نے یہاں حکام غیر نرم خو کو ہٹا کر دوسرا بد کردار ظالم حاکم عبد اللہ بن زیاد کو اس ہدایت کیسا تھا روانہ کیا کہ نئے سے نکال دے یا شہید کر دے۔ ابن زیاد نے مسلمؑ کے گرد جو اٹھارہ ہزار کوئی جمع ہوئے دھکی دیکر بالالچ بتا کر آپ سے علیحدہ کر دیا۔ امام مسلمؑ نے گو شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

حضرت مسلم کا خط، امام ذی الشان کو ملنے کے بعد آپ ۸ رزوی الحجہ ۶۰ھ کو اہل بیت کے ساتھ کوفہ روانہ ہوئے یہاں اگر آپ نے حالات ہی کچھ اندر پائے۔ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی اور کوفیوں کی بے وفائی کا حال دیکھا اور بعد بد بخت ابن زیاد نے امام حسینؑ کی مکہ سے نکلنے کی خبر سنتے ہی ایک لشکر حسین بن نمیر کے ہمراہ مقام قادسیہ بھیجا کہ اہل کوفہ اور امام حسینؑ میں خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دے۔ حضرت حسینؑ موضع ثمر سے آگے بڑھے تھے کہ حوین یزید تمیمی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ ابن زیاد کم ظرف نے امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے کوفہ لانے روانہ کیا۔ سخت و تکرار رہی امام حسینؑ ساتھ چلے تیار نہ ہوئے۔ پھر ابن زیاد کا حکم حرم کو ملا کہ حسینؑ کو ایسے چٹیل میدان میں گھیر کر اتارا جائے جہاں پانی نہ ملے۔ آخر ہرم حرم کو نیویں کے میدان میں قافلہ اترا۔ امام عالیجاہؑ نے اس لوگوں سے اس مقام کا نام پوچھا لوگوں نے کہ بلاتلایا۔ امام نے فرمایا یہ تو کرب و بلا کا مقام ہے۔

**پانی بند** تیسری محرم ۶۰ھ کو عربی سعد مزید چار ہزار فوج کے ساتھ کوفہ میں آیا امام حسینؑ سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی۔ امام نے واقعات سے واقف کرایا کہ آیا نہیں بلایا گیا ہوں اگر میرا آیا یہاں پسند نہ ہو تو ٹوٹ جاتا ہوں۔ جب ابن سعد نے اس کیفیت سے ابن زیاد لعین کو آگاہ کیا تو اس ظالم لعین نے حکم دیا کہ حسینؑ کے لئے پانی بند کر دو ابن سعد مکبخت نے ظالم ابن زیاد کے حکم سے دنیا فزات پر پانچ سو (۵۰۰) سواروں کا ایک دستہ متعین کر دیا اس دستہ نے ساتویں محرم سے پانی اہل بیت کے لئے روک دیا حکم یہ تھا کہ پانی گھوڑے پئیں پسند پئیں شتر پئیں حتیٰ کہ

کافر تلک پئیں تو نہ تم سمیع کیجیو ؛ ایک فاطمہؑ کے لال کو پانی نہ دیجیو

آج ۷ محرم ۶۰ھ کو ابن زیاد نے شمر کو ابن سعد کے پاس روانہ کیا کہ حسینؑ بن علیؑ سے اسی وقت بیعت لی جائے ورنہ ان پر حملہ کر دیا جائے۔ شمر نے کہا یہ کام تم سے نہ ہو سکتا تو فوج میرے حوالے کر دیا جائے۔ ابن سعد بد بخت پر دنیوی طمع و لالچ کا بیوت سوار تھا۔ جواب دیا یہ کام میں خود انجام دل گا۔ مزید خود ابلیس کا بندہ بے دام بن چکا تھا۔ اب یزید کے غلاماں جو ابلیس کے چیلے کے چیلے تھے عائدان مصطفیٰؑ پر ستم خانہ کمر بستہ ہو گئے ان بد بختوں کی حقیقت جالندھری نے یوں تعریف کی ہے۔

جنت تھے کہ ہم بھی ہیں بھی مانا ہوگا ؛ زمانے مہر کے انسانوں سے افضل جان ہوگا  
ہم اپنی بتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے ؛ اگر ہم کو نہیں تم مانتے۔ آؤ لڑو ہم سے  
نہ چکے نور ایمان سے عجب تاریک سینے تھے ؛ بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کینے تھے  
اگرچہ شرم کو نہ مانتے ورنہ طور تھے ؛ مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے

نمود و نام کے عاشق، رسوم بد کے دلدادہ، یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے کو آمادہ  
اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا؛ دلچ درجہاں کا راستہ جس کو دکھایا تھا  
۹ محرم ۱۱۸۱ء امام حسینؑ خیمہ میں تشریف فرما تھے ابن سعد لعین چند آدمیوں کو لئے خیمہ پر آیا اور حضرت عباسؑ  
باہر آئے تو امام عالی مقامؑ کی خدمت میں گستاخانہ پیام بھیجا کہ یا تو افاضت کر لیں یا آمادہ جنگ ہو جائیں  
امامؑ نے کہلا بھیجا کہ آج کی رات ہم نمازوں اور توبہ و استغفار میں گزارنا چاہتے ہیں کل صبح تصفیہ ہو گا۔  
ابن سعد اپنے لوگوں سے مشورہ لے کر پلٹ گیا۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا پہلے اللہ پاک کی حمد و ثناء فرمائی پھر فرمایا  
کل ہمارا مقابل باطل سے ہو گا۔ تم میں سے کسی سے انہیں سروکار نہیں۔ ہر شخص ایک ایک اڈے لے لے اور  
ایک ایک اہل بیت کو لے کر شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ مخالفین کو تو میری جان مطلوب ہے، سب  
جاننا کہنے لگے ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں اور پھر زندہ رہیں؟ خدا کی قسم ہم سے تو ہرگز ایسا نہ ہو سکے گا  
ہم سب باطل پرستوں سے لڑیں گے اور شہید ہو جائیں گے۔

## شب عاشورہ اور امام عالی مقامؑ

شب عاشورہ ہے یعنی آج آخری رات ہے۔ عالی مقام امامؑ اور آپ کے ہم راہی خشوع و خضوع  
میں غوطہ زن نماز پڑھنے استغفار اور دعاؤں میں مصروف و مشغول ہیں۔ کچھ وقت البتہ ہتھیاروں کی  
صفائے میں صرف کیا گیا۔ ظاہری طور پر یہ یہ فوج کے ہتھیار صاف کئے جا رہے تھے اور روحانی اعتبار سے  
ذریعہ قرب الیٰہی فخر کی تلوار اور خودی کی شمشیر جگر دار کو سلا دی جا رہی تھی۔

اب امام عالی مقامؑ دشمن حمیر کے سامنے فقر و خودی کا فلسفہ اپنے شاہد پر ہے آپ اپنے  
ناما حضورؐ کی امت کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی ؛ اک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ (اقبال)  
فلسفہ فقر و خودی فقر کے معنی ہیں تاندی درویشی۔ یہ مقام غنایا ہوا بہت اذیتا مقام ہوتا ہے  
صالحین اور اہل دل کیلئے۔ امام عالی مقامؑ جو تمام صالحین اہل دل کے امام آقا و  
مولائیں اور تمام نوجوانان جنت کے سردار ہیں آپ کے مقام فقر کے کیا کہنے۔ فقر کے معنی محتاجی مفلسی کے  
بھی آتے ہیں چونکہ صاحب فقر و نیموی حیثیت سے محتاج اور مفلس نظر آتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

وہ مفلس ہوتا ہے نہ محتاج بلکہ دنیا پر صاحب فقر کا مکمل قبضہ ہوتا ہے۔ اللہ کا عاشق دنیا کو قابو میں لانے کے بعد اللہ کے لئے دنیا کے لئے عیش و آرام اور دلفریبیوں کو لات مار دیتا اور عشق الہی میں مست رہتا اور دنیا کی شان و شوکت سے سرور کا منقطع کر لیتا ہے۔ شریعت کے حدود میں رہ کر شریعت کی پابندی ضرور کر لیتا ہے۔ لیکن نفس امارہ کا شکاری بن کر نفس امارہ کو زندہ اور تقویٰ کے تیروں سے مار مار کر اور دنیا کی ناز و نادا جی ادا کاردیوں اور کافرانہ دلفریبیوں کو عشق الہی کی گرمی سے نیست و نابود کر دیتا ہے جب دنیا حسین و شیزہ کا روپ لئے اسے اپنے مقام سے گرانے آگے بڑھتی ہے تو وہ احکام الہی کی شمشر و تقویٰ کے تیروں سے فقر اور خودی کے پھیاردوں سے دنیا کو مر دار بنا کر رکھ دیتا ہے عشق الہی میں صاحب فقر ایسا فنا ہو جاتا ہے اور اسی میں اُسے ایسا مزہ آنے لگتا ہے کہ وہ دنیا کی نظروں میں محتاج و مفلس نظر آتا ہے لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے وہ بہت ہی محمود مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ فقر کے تعلق سے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

نقطہ اسلام سے یورپ کو اگر کچھ ہے تو خیر ؛ دوسرا نام اس دین کا ہے فقر غیر  
اس سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ فقر کا مقام اعلیٰ کیا ہے علامہ فرماتے ہیں مسلمان زوال پذیر ہو گیا۔  
یہ فقر مسلمان نے کھو دیا جب سے ؛ رہی نہ دولت سلمانیؑ و سلیمانیؑ  
امام علیؑ نے فقر کی تعلیم اپنے پدر معترم حضرت علی شہنشاہ فقر سے حاصل فرمائی تھی علامہ لکھتے ہیں کہ  
جب تک مسلمان اس مقام فقر پر فائز تھے اے اللہ :-

شان آنکوں میں نہ چھتی تھی جہانداروں کی ؛ کلمہ پڑھتے تھے ہم جہانوں میں تلواروں کی  
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے ؛ اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے  
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے ؛ سر بکھ پھرتے تھے کیا دھر میں دولت کیلئے  
تجھ سے سرکش ہو کوئی تو بگڑ جاتے تھے ؛ تیغ کیا چیز ہے ہم تو بے سے لڑ جاتے تھے

ہمیں شہادت حسینؑ اس فلسفہ فقر کو نمایاں و اجاگر کر کے ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے۔ اسی فقر کی جڑوں نے  
یزید بدبخت اور اس کے لعنتی محکموں کو کس قدر نیچا گرا دیا تھا کہ علامہ فرماتے ہیں۔

کچھ اور چیز ہے شاید تیری مسلمانی ؛ تیری نگاہ میں ہے فقر و دہبانی  
مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے ؛ روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

خود داد نہ ہو فقر تو ہے قہر الہی

اسی فقر نے امام ذیشان اور آپ کے ساتھیوں کے مقامات کو کس قدر بلند کر دیا تھا۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے ؛ خراج کی جو گداہی وہ قیصری کیا ہے  
 فقرِ جنگاہ میں بے ساز و برآں آگاہ ہے ؛ ضربِ کاری ہے اگر سینے میں کتبِ سلیم  
 علم کا موجود اور فقر کا موجود اور ؛ اشہد ان لا الہ الا اللہ  
 ہے فکرِ مصرعِ ثانی کی زیادہ ؛ اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار  
 قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو میں ؛ یا خالہؔ جانِ بانہ ہے یا حیدرِ کرار  
 خوابِ جہاں میں کبھی پر نہیں سکتی وہ قم ؛ عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غور  
 کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے ؛ وہ فقر جس میں ہے بے پردہ رُوحِ قرآنی  
 فقر کی انتہا کو پہنچ کر امامؑ نے شہادت کو گلے لگایا ہے کتنے فلسفے اور مقامات بلند چھپے ہیں۔ اس  
 شہادت میں۔

امام علیؑ بجاہ و مقامِ خودی | اللہ کے پیادے رسولؐ نے فرمایا جس نے اپنے نفس کو پہچانا  
 اس نے خدا کو پہچانا۔ مقامِ خودی کس قدر اونچا مقام ہے جب  
 اس مقامِ خودی پر پہنچ جائے تو اس کے لئے مقامِ کبریائی دور ہی کہاں رہ جاتا ہے۔ آج کی رات  
 اعلیٰ مقام کے راز و نیاز کی رات ہے۔ آج کی رات ہکا بکا کر قبولِ حضرت اقبالؒ کہہ رہی ہے۔  
 کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پر دے

امام علیؑ بجاہ کی خودی شباب پر ہے۔ امامؑ نے اپنی خودی کو اس قدر بلند فرمالیا ہے کہ عرش  
 سے آواز آرہی ہے۔ ”بستا تیری رضا کیا ہے“  
 امامؑ فریشتانِ خودی کی اس بلند و بالا چوٹی پر فائز ہیں۔

خودی کو بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ؛ خدا بندے سے خود بڑھ چھے بتا تیری رضا کیا ہے  
 ان اللہ! قربان جائے امام ذی وقار امام ذیشانِ بلند مقام کے کہ اللہ پاک امام علیؑ بجاہؑ سے  
 کی رضا اور مرضی پوچھ رہا ہے۔ اور امام علیؑ بجاہؑ اللہ پاک کو جواب دے رہے ہیں کہ اے میری  
 بہ جلیل! تیری رضا میں میری رضا ہے۔ تیری آزمائش میں میری بقاء ہے۔ تیری راہ میں جان  
 نہ کرنے ہی میں اس عاشق کیلئے فخر کی راہ ہے۔ اے مولا! تو مجھے میرے دادا اسمعیلؑ سے  
 راہِ قربانی کے راستوں میں پیچھ نہ پائے گا۔

آج کی آخری شب ہے عرش پر خدا ہے میدانِ کربلا میں حسینؑ ہیں اور آپ کی شبابِ بہائی  
 خودی ہے۔ آپ کی بلند و بالا مقامِ خودی پر خودِ خودی طاری ہے اور آپ کی خودی آج شبوں کیلئے ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی ؛ خودی کی خلوتوں میں کسبِ دیانی  
 زمیں و آسمان و کرسی و عرش ؛ خودی کی زد میں ہے ساری خدائی  
 خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا ؛ مقامِ رنگ و بلو کا راز پا جا  
 خودی کیا ہے رازِ دروں حیات ؛ خودی کیا ہے بیاری کا نجات  
 خودی جلوہ بدمست و غلوت پسند ؛ سمندر ہے اک بلند پانی میں بند  
 خودی پر علم سے حکم تو غیرِ جبرئیل ؛ اگر ہو عشق سے حکم تو صورا سرائیل  
 غریب سے سادہ و رنگین ہے داستانِ ؛ نہایت اس کی حیثیت ابتدا ہے اسمائیل  
 حیات و موت نہیں التفات کے لائق ؛ فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا شعور  
 ہو اگر خودِ ننگ و خودِ گر و خودِ گیرِ خودی ؛ یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت بھی مر سکے  
 خودی کو جس نے ملک سے بلند تو دیکھا ؛ وہی ہے حکمتِ صبح و شام سے آگاہ  
 خودی راز و وجودِ حق و وجود ؛ خودی را از نمودِ حق نمودے

ترجمہ:۔ خودی کا وجود خدا کے وجود سے اور خودی کی نمود نمودِ حق سے ہے۔

آج کی رات امام حسینؑ اور اللہ پاک یعنی عاشق و معشوق کے راز و نیاز کی رات ہے۔ اس عشق کو سمجھنے کوئی وہ تمام کہاں سے لائے کہ اپنے نانا کی امت کا حال زار دیکھ کر آج آخری رات بھی امامِ عالی آہ و نالہ میں مصروف ہیں۔ یہ فلک رسا نالہ عرش تک بقول علامہ اقبال پہنچتے ہیں اور پھر اس عشق سے لبریز نالوں کا جواب عرش سے آتا ہے امام حسینؑ پر حجاب اٹھتے جاتے ہیں اور آپ خطابِ الہی سے نوازے جاتے ہیں۔

افلاک سے آتے ہیں نالوں کا جواب آخر ؛ کرتے ہیں خطابِ آخر اٹھتے ہیں حجابِ آخر!  
 احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا ؛ سوز و تپ تپ مابِ اول سوز تپ تپ مابِ آخر!

ادھر نانا حضورؐ کی امت کے لئے یہ عینِ نوا سے۔ امت کی بخشش کے لئے بے چین۔ ادھر نانا حضورؐ کی امت کی محبت تو دوسری طرف اللہ پاک کے عشق کی انتہا۔ اپنے لئے کوئی طلب نہ خواہش۔ امتِ نانا حضورؐ کے لئے دعا جاری۔ فریاد جاری۔ فریاد کے جواب میں تاخیر تو نگاہیں انتظارِ جواب میں آسمان پر۔ باری تعالیٰ بھی مسکرا کر اپنے عاشقِ حبیبؑ کو بقول حضرت اقبال یوں خطاب دے رہے ہیں  
 عشق کو فریاد لازم تھی سوزِ دہمی ہو چکی ؛ اب زرد دل تمام کر فریاد کی تاثیر دیکھ (اقبال)  
 جب شبِ عاشورہ نے سحر کا روپ بدلاتو امامِ ذیشان اور آپ کے ساتھیوں کے چہرے فقر اور خودی

سے درخشاں امام عالی جاہ اور آپ کے ساتھی فقر اور خودی کے ہتھیاروں سے لیس تھکے اور دوسری  
 یزید اور اس کے غلاموں ابن نیا و ابن سعد اور اس کی فوج کے ہر سپاہی سے خودی سوال کر  
 لی تھی۔

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے؟ ؛ خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے؟  
 اس مرد خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو ؛ تو بندہ آفاق ہے وہ صاحبِ فاق  
 خودی کو جب نظر آتی ہے قابہری اپنی ؛ یہی مقام ہے کہتے ہیں حبس کو سلطانی  
 خودی کی موت سے میرا حرم ہوا مجبور ؛ کہ بیچ کھائے مسلمان کا جامہ احرام  
 نہ ہے ستارہ کی گردش نہ یازی افلاک ؛ خودی کی موت ہے تیرا ذوال نعمت جاہ (اقبال)  
 باندان علیؑ کے بچے کی خودی کا یہ حال تھا کہ یزیدی فوج سے کہہ دیا تھا کہ۔  
 خودی کو نہ دے سیم و نہ دے عوفی ؛ نہیں شعلہ دیتے شرک کے عوض  
 اک فقرہ شیعریؑ اس فقر میں ہے میری ؛ میراث مسلمان سدا یہ شیعریؑ (اقبال)

## شب عاشورہ میں تین طرح کی مخلوق اپنے اپنے شغل میں

ب عاشورہ میں تین طرح کی مخلوق ہے جو حسبِ فنی طریقوں سے معروف ہے  
 نوری مخلوق کو شربائے والی خاکی مخلوق | امام حسینؑ ذیشان اور آپ کے ساتھی جو یقین محکم  
 ایمان کامل سینوں میں لہا لے بارگاہِ انوری میں  
 ہر یزید اور اپنے فقر خودی اور حریت اسلام اعدائے اسلام کے تحفظ میں معروف ہیں جن کا ذکر  
 یا۔۔

(ابلیس اپنے مشیروں سے معروفِ مشورہ | روز کی طرح آج شب عاشورہ بھی ابلیس  
 مجلسِ شوریٰ خصوصی منعقد کئے اپنے  
 روں سے معروفِ مشورہ ہے کہ محمدؐ کے لادے ہوئے اسلام کو جس کی حفاظت حسینؑ کر رہے ہیں  
 کے ہاتھ پر بیعت کروا کے ختم کر دیا جائے۔ اس کام کیلئے یزید اور اس کے محکموں کو اپنا  
 رہنما لے اپنے مشیروں سے معروفِ مشورہ ہے۔



عاشورہ کی رات جہاں امام زکریاؑ معروف  
عبادت میں نیند ہی نیند ہی فوج صرف اس فکر  
اور شخص میں گم رہے کہ رسولؐ کے نواسے  
نیرید اور اس کے محکوم کو کیا ابلیس کے ظاہری کارند  
فاطمہؑ کے لال سے نیرید کے حق میں بیعت لے کر یا بیعت نہ کرنے کی صورت میں قتل کر کے نیرید اومہ  
ابن زیاد سے انعام و اکرام اور دنیوی اعزازات حاصل کئے جائیں لیکن پھر بھی اس کے قلب سیاہ و پشیمان  
اور روح ان کے جسم میں بارہی چکی ہے۔

## ابلیس کی مجلس شوریٰ

ابلیس اپنے مشیروں سے :-

میں نے دکھلایا نیرید کو ملکیت کا خواب ؛ میں نے توڑا مسجد و دیرو کلیسا کا فسوس (اقبال)  
یہ ہماری سعی و پیہم کی کرامت ہے کہ آج ؛ صوفی و ملا ملکیت کے بندے ہیں تمام (اقبال)  
دوسرا مشیر :- خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر ؛ تو جہاں کے مازہ فتنوں سے نہیں ہے بانہر (اقبال)  
تیسرا مشیر :- روح سلطانی رہے باقی تو کیا اضطراب (اقبال)  
چوتھا مشیر :- لے ترے سوز نفس سے کار عالم استوار ؛ تو نے جب چاہا کیا ہر پروگی کو آشکار (اقبال)  
پانچواں مشیر :- آقا ! ہماری ترکیب کا مایاب ہوئے آج دودن کر گئے کہ حسینؑ بن علیؑ کے لئے کھانا  
و پانی بند ہے لیکن یہ نواسہ پیغمبرؐ دست نیرید پر بیعت کرتا نظر نہیں آتا۔ کیا ہماری کوشش  
رایگاں جاوے گی اب صبح بھونے کچھ ہی دیر باقی ہے۔  
میرے آقا ! دو جہاں نیرید بڑھونے کو ہے ؛ جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار (اقبال)

## ابلیس کا فرما اپنے سیاہی فرزندوں کے نام

اے نادانو ! حسینؑ بن علیؑ نواسہ رسولؐ عربیؐ اور ان کے ساتھی بھوکے رہیں کہ پیاسے بیعت نہیں کر سکتے  
تم نے پانی اور کھانا بند کر دیا کہ سمجھ لیا کہ وہ اسلامؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اے نادانو ! فوری میرے حکم  
پر عمل کرو۔ جاؤ۔ اور

وہ ناقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ؛ روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو  
نکر عرب کو دے کہ فرنگی تخیلات ؛ اسلام کو حجاز دین سے نکال دو  
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو ؛ آہو کو مرغزارِ حق سے نکال دو (اقبال)  
نیراد با عرض کرتا ہے اے آقا ! آپ نے جو کام حسینؑ بن علیؑ کے تعلق سے ہمارے ذمہ فرما کر حکم صادر فرمایا  
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو ہم میں سے کسی کے لئے لیکن نہیں تم اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں میں نے  
یہ حکم کی تعمیل کی اور انھیں اپنے حسب منشاء بنالیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکھنؤ کی امت  
جاتا تھا میں یہ اُمت حاملِ قرآن نہیں ؛ ہے وہی سرایہ واری بندہ مومن کا دین (اقبال)  
نا چھینا ہے جاؤ کہ شمش کردہ کہیں یہ نیریدی کم سمجھ حسینؑ بن علیؑ کو بیوقوفی سے قتل نہ کرو حسینؑ سے نیرید کے حق میں  
ت لیجئے ہیں اسلام کا شعلہ و پیران گل ہو سکتا ہے اور قتل سے —  
قتل حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے ؛ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کہ بلا کے بند  
یزید جاؤ — عمر حاضر کے تقاضوں سے لیکن یہ خوف ؛ ہو نہ جائے آشکارا شرع پر بغیر کہیں  
الحذر! میں پیغمبر سے سربار الحذر ؛ حافظ ناموس زن مرد آزاد و آفریں (اقبال)  
اُس وقت نہیں ہے۔ ذری جاؤ — اے میرے بہادر کارندوں — حسینؑ بن علیؑ کو بیعت کے لئے آمادہ کرو  
ہمارے کامیابی ہے۔ (ابلیس کی مجلسِ مشورتی پر خواست ہوتی ہے اندک کارندے منتظر ہو جاتے ہیں)۔

## روز عاشورہ اور شہادتِ عظمیٰ

یہ عاشورہ رات تمام عباداتِ الہی میں بسر کیا ہوا لشکرِ حسینؑ باطل کے مقابل آکھڑے ہونے کی تیاریاں کرنے کا  
شکر سے مطلب بہت بڑا لشکر نہیں بقول حیفظ جالندھرؒ "ایک چھوٹی سی جماعت مگر بیتِ اہم"  
سنداری تین صیفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے

یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جیکے درپے رہی ؛ یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شہادت تھی  
اے کشتِ وفا میں آج ایسا بیجا ہونا تھا ؛ شہیدوں کے لہو سے بار آور جیکو ہونا تھا  
یہ بندے خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر تھے گویا ؛ یہ بندے سورہ الحمد کی تفسیر تھے گویا  
جہاں میں دامِ شیطان بھی آزاد نکلتے تھے ؛ خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلتے تھے  
یہی تھا جیشِ اوّل اُمت و سطلی کی فوجوں ؛ یہی چشمہ تھا نور حق کی دریا بار موجوں کا

حسینؑ حق پرست کا لشکر صرف (۷۲) جاں نثاروں کی ایک مختصر سی جماعت تھی جس کے میمنہ پر نہ ہیر بن قین میسر

پرجیبیب بن مظہر تھے اور عیاضی علیہ السلام کے ہاتھوں میں فلکِ تربیت یعنی علم تھا۔ ادھر یہ مختصر سی مگر بہت اہم جماعت جیسا کہ ادب بیان کیا گیا۔ اللہ ان کے رسول کی خوشنودی کے لئے باطل سے ٹکرانے تیار تھے تو دوسری جانب باطل پرستوں یعنیوں شایموں کا چاہ نہاد کا لشکر نیزیدی تھا بقول حقیظ جالندھری

کھڑی تھی دوسری بھی اک جماعت آج میدان میں؟ جسم ہو کے آئی تھی خباثتِ شعلِ انساں میں  
نجیث انسان انسانوں میں میدانِ کھلے؟ مسلمانوں کے دشمن ہی مسلمان بن کے آئے تھے  
جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا؟ یہ ہر مسود کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا  
نہ رغبتِ دین سے ان کو نہ ذوقِ اسلام انکے؟ غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے انکو  
یہ اس دنیائے دہلی میں اپنی دنیا کی طرح دوست؟ خدا کا نام لیتے تھے نبی کے تشنہ خوں تھے  
یہ طاقت کی جھٹکتھی۔ خودی کی خود غالی تھی؟ بشر کی نظرتِ بد تھی جسم ہو کے آئی تھی  
انہیں مطلوب تھی نام اور نہ بھی قتل و غارت بھی؟ ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی

امام عالیجاہؑ نے بعض اہم حجت میدان جانے تیار دی فرمائی مشکِ جسم پر ہزار ہزار پر سوار ہوئے قرآن سامنے رکھا  
اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ اندوی میں دعا فرمائی پھر روز کی طرح آج آخری دن بھی نیزیدی فرج کو سمجھانے  
آئے لیکن نیزید معا اپنے محکموں کے ابلیس کی گود میں جا بیٹھا تھا۔ اس لئے اللہ نے ان بد نصیبوں کے قلوب  
پر چہرینِ فراموشی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تھے نہ دیکھ سکتے تھے کہ سامنے کون کھڑا ہے اور  
نہ سن سکتے تھے کہ کون کیا کہہ رہا ہے۔ امام بلند مقام کا یہ با آواز بلند خطبہ دراصل میدانِ جنگ میں اللہ کی  
تکیہ کی قوت کا حامل ہے جو شش کردار سے خدا کی آواز بن کر میدانِ جنگ میں گونج رہا تھا بقول علامہ اقبال  
صفِ جنگاہ میں مرداںِ خدا کی تکبیر ؛ جو شش کردار سے بنی ہے خدا کی آواز

امام عالی مقام نے پہلے اللہ کی حمد بیان فرمائی پھر روز کی طرح ذریعہ خطوط و موت و کے کر آپ کو بلوانے کا ذکر فرمایا  
اور یہاں رہا پسند نہ ہو تو واپس جانے کا بھی ارادہ ظاہر فرمایا کہ روزِ حشر کوئی حجت اللہ کے سامنے ان  
لعینوں کو باقی نہ رہے پھر دریافت فرمایا تم سب جانتے ہو کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ تمہارے نبی کے  
چچا زاد بھائی علیؑ اور تمہارے نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ کا بیٹا ہوں کیا میری آبروریزی یا خون تمہیں روا اور  
زیب دیتا ہے۔ تم میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟ کیا میں نے کسی کا خون کیا ہے؟ کسی کا مال لیا ہے؟ کسی کو  
رنجی کیا ہے؟ لے لوگو! کیا تم نے نہیں سنا کہ تمہارے نبیؐ نے میرے اور میرے بھائی کے تعلق سے فرمایا کہ یہ  
دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ سب کے سرِ معر تھے۔ کوئی جواب نہ تھا۔

امام علیؑ نے اپنا خطبہ جاری رکھا۔ فرمایا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تم اس وقت خاندانِ محمد کے

محمدؐ اور خاندانِ محمدؐ کا فائدہ پیرتے بارہا امتحان لیا ہے کہ

باطل سے جینے والے نے آسمان نہیں ہم ؛ سو بارہا کر چکا ہے تو امتحان ہمارا  
یہ کی بیعت کے لئے مجبور کرتے ہو میرے نانا کے لائے ہوئے مذہب کو شریعت کو میرے ہی ہاتھوں سے  
بانا چاہتے ہو۔ آج پھر میں لو کہ تیرید کے ہاتھوں پر بیعت اس لئے نہیں کی جاسکتی کہ اس کا ہاتھ وہ ہاتھ  
ہے جس پر بیعت کرنے سے اللہ پاک خوش ہو جائیں کیا تم لوگ مجھے اللہ کا محبوب بنانا چاہتے ہو تم ہی کہو  
کہ ہاتھ وہ ہے کہ بیعت کی جائے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ ؛ غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز (اقبال)  
صفات تم تیرید میں نہیں پاتے تو کچھوں تم زبردستی مجھ سے تیرید کی بیعت کے طالب ہو کیا تم خاندانِ  
موسیٰ اور اس کے صفات کو نہیں جانتے۔

صفاتِ خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاک و فوری نہاد بندہ مولا صفات ؛ ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز  
اس کی امیدیں خلیل اسکے مقاصد خلیل ؛ اس کی ادا و لغزب اسکی ادا و انوار  
نرم دم گنگو، گرم دم جستجو ؛ رزم ہو یا نرم ہو پاک دل پاکیار  
نقطہ پر کار حق مرد خدا کا یقین ؛ اذریہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز  
طلوع ہے صفت آفتاب اسکا غریب ؛ یگانہ اور مثال زمانہ گوناگون۔  
نہ اس میں عمر رواں کی حیا بیزاری ؛ نہ اس میں عہد کہن کے فساد و افسوس  
قدرت کے مقاصد کے عیار اسکے انداز ؛ دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان  
جس سمجھ لالہ میں ٹھنڈک ہر وہ شبنم ؛ دریاؤں کے دل جیسی دل جائیں طوفان  
فطرت کا سر و دازن اسکے شب و روز ؛ آہنگ میں یکساں صفت سورہ "رحمن" (اقبال)

یدی فوج جن کو دینی اعزاز و طمع لالچ پیش نظر تھا کوئی تقریر ان پر اثر ہی نہ کرتی تھی۔

حرم یکایک لفظی فوج کا ساتھ چھوڑ کر امام علیہ السلام کے قدموں میں چلے آئے اور امام دین  
مُر کی توبہ سے دریافت فرمایا میری توبہ قبول ہو گئی۔ عالی مقام امامؑ نے فرمایا۔ تمہاری توبہ

بول ہو گئی۔ خدا تمہیں بخشے گا۔ حرم نے کہا مجھ پر امید نہ تھی کہ یہ قوم آپ کو اس نسبت تک لے  
دے گی۔ حرم زندہ ہمیر نے حسینیؑ فوج میں شامل ہو کر تیریدی فوج کو سمجھانے بہت پر اثر تقریر کی لیکن  
حاصل۔ طبل جنگ پر خوب بڑی ابن سعد لفظی تیریدی فوج کے قیادت کے قریب آکر ہڑا اور ایک قہر

امام برحقؐ کے لشکر کی طرف چلا کر پکارا لوگو! گواہ رہنا حسینؑ کے لشکر پر پہلی تیر میں سے چلایا ہے۔ مقام غور ہے کہ اس نابکار کے والد سعد بن ابی وقاصؓ نے راہ خدا میں کافروں پر تیر پر تیر چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحسین حاصل کی تھی آج ان کا جہنمی فرزند لشکر حسینؑ پر تیر چلا کر لوگوں کو سنا۔ یا ہے کہ یزید کی فوجوں میں سے سب سے پہلے جہنم میں یہ لعنتی جائے گا۔ بہر حال اس تیر سے جنگ کا آغاز ہوا۔

شامیوں کی فوج سے دو شخص نکلے جن کا مقابلہ عبید اللہ نے کیا ایک کو قتل کیا دوسرے کو مار گرایا پھر شہید ہو گئے ظالموں نے آپ کی بیوی کو بھی شہید کیا پھر حمزہؓ نے اپنے شہادت کے پہلے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے حمزہؓ کے بنی نافع بن ہلال نے بارہ کو واصل بہ جہنم فرمایا پھر شہید ہو گئے۔

اس جنگ کی تفصیل کیا بیان کی جائے یہ بھی کوئی جنگ کی تعریف تھی کہ دشمن کا لشکر چار ہزار سے زائد قابلِ صرفِ مجہد کے پایا ہے (۷۲) افراد۔ جب ان میں ایک ایک ہی چار ہزار پر گرنے والے لشکر درہم برہم کر دیتا تو ابنِ سعد لعین گھبرا جاتا اور فوج کو حکم دیتا کہ تیر چلاؤ۔ دور سے ایک شیر پر ہزاروں تیر چلتے اور یہ بزدل اسی کو بہادری سمجھتے۔ بہر حال حمزہؓ کے بعد نافع بن ہلال پھر ان کے جانشین مسلم بن عوسجہ اسدی پھر حضرت علی اکبرؑ۔ ظہر کا وقت آیا قتل گاہ میں امام علیہ السلام نے صنوبر خوف پر بھی پھر مسلمؑ کے فرزند اور دوجائی شہید ہوئے اس کے بعد عونؑ و محمدؑ امام کے بھائی بنی زینبؑ کے عاجزادوں نے بام شہادت نوش فرمایا پھر نخت بگر حسینؑ امام قاسمؑ نے بام شہادت پایا۔ دوپہر تک پروانے شمع حسینؑ قربان ہو گئے وحی اکہ علی اصغرؑ شیر خوار کو تک لعینوں نے تیر کا نشانہ بنایا ہے

آخر نسبت یہ آگئی کہ امام علیہ السلام نے فوج کے سامنے کہا کہ بیٹے بہادری کے جوہر دکھانے پہلے قیامت صغریٰ ان لعینوں کے پاس تیر ہو تو ایسا ہتھیار تھا جو دور سے شہروں پر ہزاروں کی تعداد میں

چلایا جاسکتا تھا۔ حسینؑ مظالم کا تام بن زخموں سے چھوڑ گیا بقول حفیظ جالندھری

تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ ؛ لگا چھکدو سر افراز سر آہستہ آہستہ  
وہی سر جو ہواؤں سے طوفانوں سے جھٹکتا تھا ؛ نہ فرعونوں سے جھٹکتا تھا نہ ہامانوں سے جھٹکتا تھا  
نہ جھٹکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے ؛ وہ سر۔ اک مرتبہ پھر جھٹک گیا اللہ کے آگے  
تعجب ہے روئے ابو میں سے برقع نے جھٹکا ؛ کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اس مردِ مسلمان کا  
خدا کی دین خلیق خدا کا رہنما میں کہ ؛ خود اپنی لاش میں دو بے پرووں کا خدا بن کر

شکستہ لاشیں طوفان کی اس چیر و دستی میں

وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا۔ بحرِ ہستی میں

ہے اس سر کو جو بوسہ گاہ سرور و جلال تھا جسم اطہر سے جدا کر لیا تھا خاندان نبویؐ کا آفتاب  
 بھونک گیا علیؑ کا چہن بر باد فاطمہؑ کا باغ اجڑ گیا خاندان نبوتؐ کا چراغ آفتاب کی طرح روشنی دینے  
 تھا شہادت کے دوسروں بنی سعد کے قبیلے والوں نے شہداء کے لاشے بے سرو و منقہ کئے کہ سر  
 کے پاس کو فہ بھیج دئے کہ جب حضرت حسینؑ غمناک و مہم جو کا سر مبارک ابن زیاد کے ہاتھ پہنچا تو یہ لعین  
 لب و دندان مبارک کو چھڑنے لگا حضرت زید بن ارقمؓ تشریف فرما تھے فرمایا اپنے چھری ہٹا میں  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے آپ یہ فرماتے ہوئے رونے

## لُبِّ لُبَابِ فلسفہ شہادت امام حسینؑ اور فلسفہ خیر و شر

یہ اسلامیہ و سرحدیہ کر بلا کے آخر میں لکھتے ہیں :-

خون او تفسیر این امر ار کرد -	؛	بِلَتِ خوابیدہ را بسیدہ کرد
تیغ لا چوں از میان بیرون کشید	؛	اذرک ارباب باطل خون کشید
نقشِ الا اللہ بر صحرافروشت	؛	سطر عنوانِ نجات مالوشت
موسی و فرعون و شبیر و یزید	؛	ایں دو قوت از خیانت آید پدید
زنده حق از قوتِ شبیری است	؛	باطلِ آخر داغِ حسرت میری است

مطلب :- خونِ امامؑ نہایت سے رازوں کی تفسیر و تفصیل اپنے نانا حضورؐ کی ملیت کے سانچے  
 پہ ہے یعنی جیسا کہ بیان کیا گیا مسلمان کے لئے یقین حکم ایمان کا مل کا کیا معیار رہنا چاہیئے۔ دنیا کا باغ و  
 بے زمین پر کوئی دوسرا بادشاہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا البتہ اللہ کا نائب بن کر حکومت اللہ کے  
 کے تحت کر سکتا ہے یہ انتخاب خلیفہ امت کے انتخاب پہ ہے باپ کو حق نہیں کہ اس نے بیٹے کو نامزد  
 فرمایا لا ملوکیت فی عالم یعنی اسلام میں ملوکیت کے لئے کوئی حجت نہیں یہ فلسفہ بھی شہادتِ حسینؑ آج اگر  
 ہے۔ اسلام نے آزادی اور غلامی کے کیا حد و مقرر کئے ہیں علم عشق و عمل کا حق کس طرح امامؑ نے  
 یا جو ہمارے لئے موجب پیروی ہے خودی اور غریبی کس چوٹی پر امامؑ عالی جاہ نے کھڑے ہو کر ہمیں  
 فقر و خودی دی ہے خیر و شر کیا کیا باوجود اختیار کے انسان کے سامنے آتے ہیں۔  
 یہ وہ اسرار ہیں جس کو امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے اپنی نانا حضورؐ کی امت پر ظاہر ہی نہیں  
 بلکہ سمجھایا اور خوابیدہ امت کو خواب غفلت سے بیدار فرمایا جب لاکھ تلوار اپنے نیام سے باہر

نکالی تو اہل باطل کی دگوں سے باطل کا خون نکال پھینکا اور لقص لا اللہ کر بلا کے صحرا پر بڑے جلی حروف میں لکھ چھوڑا کہ

ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیست  
پیشی فرم جو جسے مرثیہ افگندہ نیست  
مسلمان سوا اے اللہ کے کسی کا بندہ ہی نہیں سکتا۔ اور کسی فرعون کے آگے اس کا سر جھک ہی نہیں  
سکتا۔ یہ وہ سطر ہیں جو امام نے کر بلا کے صحرا پر اپنے خون سے لکھ دیئے ہیں جس پر عمل کرنے سے  
ہماری نجات ہے۔

فلسفہ خیر و شر کو علامہ اقبال یہاں مختصر سے انداز سے اس طرح سمجھاتے ہیں کہ قیام دنیا سے  
آج تک سرخوردہ و شرمگنا تھے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی موسیٰ و فرعون کا روپ لے کر کبھی امام حسینؑ و یزید کی  
صورت میں یہ ظاہر ہوتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنے خون سے اپنی قوت سے حق کو صداقت کو اپنے نانا کے  
مذہب کو زندہ کر دیا اور آخر باطل کو داغِ حسرت نے دنیا سے رخصت ہو نا و نیست و نابود ہوتا نظر  
آتا ہے۔ پس یہی فلسفہ اور اسرار امامؑ نے اپنے نانا حضورؐ کی اُمت پر کر بلا میں اپنی شہادت کے  
ذریعہ روشن فرمائے ہیں۔ جس میں عمل وہ جہاں کی سرخوردگی و عزت کا موجب ہے۔

## قول درخشاں امام حسینؑ علی مقام

”حاکم کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی دستور پر چلتا

ہو، عدل و انصاف سے پیشی آتا ہو، حق کا پابند ہو، اور

رضائے الہی کے لئے اپنے نفس کو مقید کئے ہوئے ہو۔“

## ابلیس کی دوسری مجلس شوریٰ بعد شہادت

ابلیس اپنے مشیروں پر بے حد برہم ہے اور چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ تم سب نے میرا حکم نہ مانا حسین بن علیؑ کو بیعت یزید کے لئے آمادہ نہ کیا کہ اسلام کا حینڈ اس رنگوں ہو جانا۔ اب حسینؑ نے اپنے خون سے اسلام کو تازہ کر دیا۔ اے بد بختو! تم نے کہا تھا کہ یزید ابن زیادؑ ابن سعدؑ شمر سب تمہارے قابو میں ہیں اور محکوم ہیں تم نے انہیں کل حسینؑ کرنے ہی کیوں دیا۔

**ایک مشیر :-** آقا گستاخی معاف! آپ کا حکم کہ "روح محمد حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے بدن سے نکال دو" یہ حکم ہمارے لئے ناممکن سا ہو گیا ہم سب نے کوشش کیں حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے قلوب کا کوئی دروازہ اور کھڑکی ہمارے لئے انھوں نے کھلی رکھی ہی نہیں ہمیں تو بہت دور سے پلٹ جانا پڑنا تھا۔

**دوسرا مشیر :-** آقا! بعد ادب عرض ہے کہ ہم نے یزید ابن زیادؑ اور ابن سعدؑ اور اس کے ساتھیوں کو جہاں تک تعلیم دی تھی وہ تو اس سے بہت آگے نکل ہی نہیں گئے۔

بلکہ ہمارے کنٹرول سے بھی باہر ہو گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ اب ہمیں ان کی قیادت تسلیم کرنی پڑے گی۔

**ابلیس :-** ہاں تم دونوں نے سچ کہا۔ یزید ابن زیادؑ شمر اور ابن سعدؑ وغیرہ کی خدمات وہ ہیں جن کی ابلیستیت آج ہم سب کو شہرہ دی ہے۔ دراصل میں نے آدمؑ کو ایسی ناہنجار اولاد پیدا ہونے والی دیکھی تو مسجد سے انکار کر دیا تھا۔ ٹھہرو علامہ اقبالؒ سے قدرے زہم کے لئے

معافی چاہتے ہوئے مجھے اللہ پاک سے معروضہ کر لینے دو۔

## ابلیس کی عرضداشت اللہ کے دربار میں

اے نفوس و آفاق میں پیدا ترے آیات ؛ حق یہ ہے کہ زندہ و پائندہ تری ذات

کہتا تھا عز اذیل خداوند چہاں سے ؛ پر کالہ آتش ہوئی آدمؑ کی کف خاکہ

وہ کو نسا آدمؑ ہے کہ تو جس کا ہے معبود ؛ وہ آدمؑ خاکی جو ہے زیرِ سماوات ؟

جان لاغرو تن فریدہ دلبوس بدن زینب ؛ دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و جا لاک (اقبال)



”یزید“ کے ابلیس ہیں ادباً سیاست  
باقی نہیں اب میری ضرورت تم افلاک  
(اب یہاں میری گزر ممکن نہیں ممکن نہیں)  
”یزید“ کے ابلیس ہیں ادباً سیاست  
باقی نہیں اب میری ضرورت تم افلاک  
(اقبال)

## درسِ عبرت

ایک لعنتی حاکم اپنے محکموں کو ان کے کارناموں کے بدلہ میں اگر کچھ انعام و اکرام دے سکتا ہے تو وہ لعنت ہی کا سوغات دے سکتا ہے۔ جب یزید کے دربار میں احرار بن قین نے حضرت حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کر دیئے جانے کی اطلاع دی تو یزید آبدیدہ ہوا اور بولا تم لوگ حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ پھر ابن زیاد کے بارے میں کہا ابی زیاد پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؑ کو معاف کر دیتا۔ خدا حسینؑ پر رحمت نازل کرے۔ بقول علامہ فاضل

اداسے جان لی قتل کر ڈالا ہاتھوں سے ؛ میری میت پر اگر خود کف اقبوس ملے ہیں  
حالانکہ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر کو نرم خواہر ان کو تھا کہ خود یزید نے عبداللہ بن زیاد جیسے ظالم کو حاکم بنا کر کوفہ روانہ کر کے اپنا مطلب نکال لیا۔ جب عظیم نکل گیا تو ابن زیاد پر لعنت بھیج کر خود بری الزمہ ہونے کی اداکاری کر کے نکلا۔ یہ ایک درسِ عبرت ہے کہ حاکم بد کی خوشنودی کے لئے جو اپنے سر پر گناہ مول لیتے ہیں وہ دنیا میں بھی ذلیل آخرت میں بھی حاکم کے ساتھ جہنم میں ایک ساتھ آگ کے شعلوں میں رہتے ہیں۔

امام حسینؑ کی شہادت بعد یزید کو بحالتِ مذاب دو ڈھائی سال حکومت کرنی نصیب ہوئی کہ موت کے فرشتہ نے ننگ لایا۔ یزید کا بڑا بیٹا حالات دیکھ کر تخت سے دست بردار ہو گیا چند ماہ بعد مر گیا یا کہتے ہیں زیرِ دے دیا گیا۔ خانا دوسرا بیٹا بوجہ کم سنی تخت پر بیٹھانے سے محروم کر دیا گیا۔ اور ابوسفیان کا خاندان ہمیشہ کے لئے تخت و تاج سے محروم ہو گیا۔ اور خونِ حسینؑ دامن پر لئے جہنم کے شعلوں کی تیزی قاتلانہ حسینؑ کا مقدر بن گئی۔